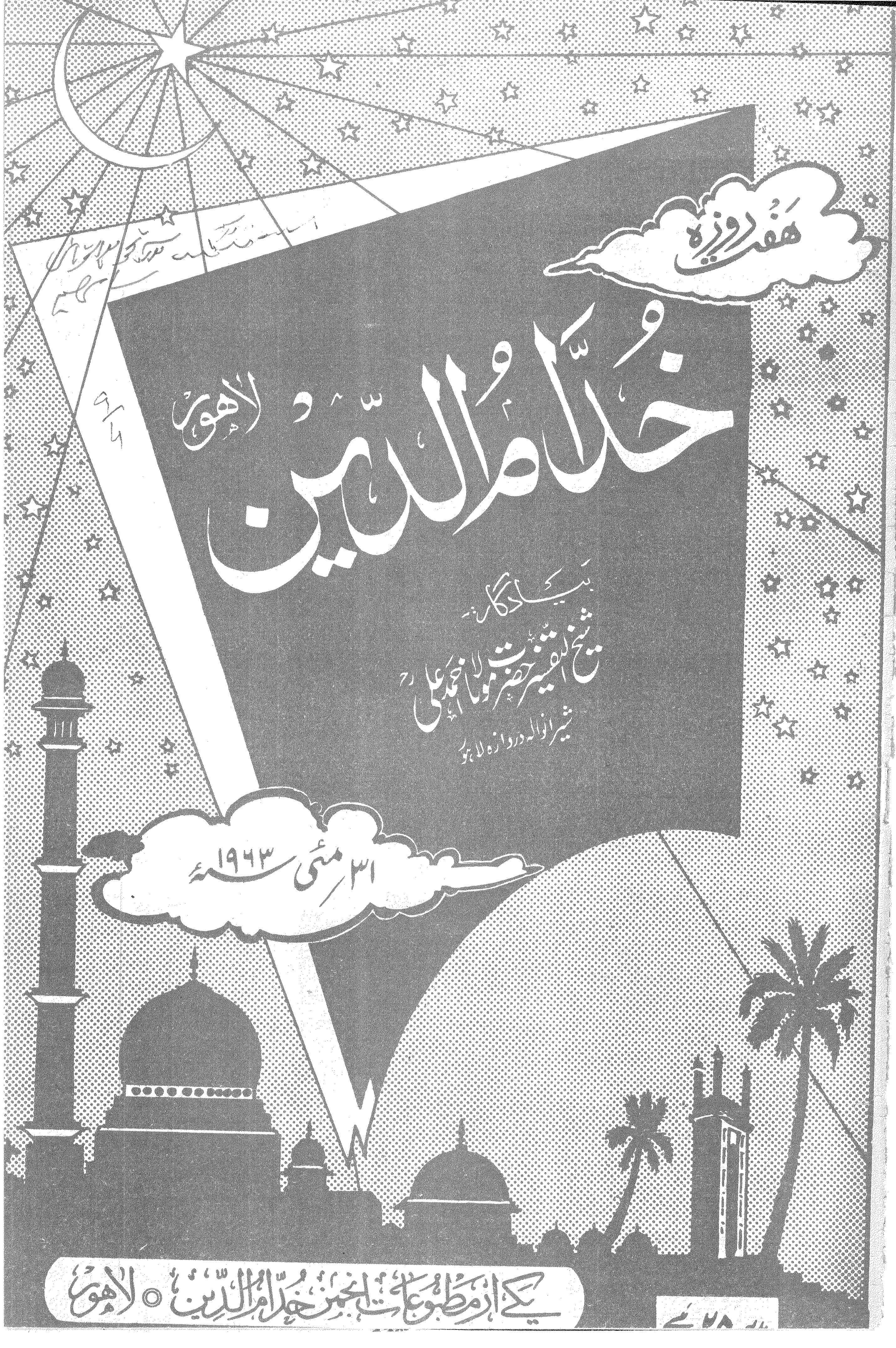

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳۱ مئی ۱۹۶۳ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَکَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَ لَا قُوَّۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ زَادَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَ لَا قُوَّۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَ مَا تَاَخَّرَ۔

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص کھانا کھا کر یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَ لَا قُوَّۃٍ (یعنی تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھ کو یہ کھانا کھلایا ہے اور یہ کھانا مجھ تک بغیر حیلہ اور قوت کے پہنچایا ہے۔ تو اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ (ترمذی)

اور ابوداؤد میں یہ الفاظ زیادہ لکھے ہیں جو شخص کپڑا پہنے اور یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ تو اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

●

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ اَنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی امامہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیا تم نہیں سنتے کیا تم نہیں سنتے (یعنی سنو کہ) کپڑے کا پرانا ہونا اور زینت دنیا کا ترک کرنا ایمان کی علامت ہے۔ ایمان کے اخلاق میں سے ہے کپڑوں کا پرانا ہونا ایمان کے اخلاق میں سے ہے۔

●

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُھْرَۃٍ فِی الدُّنْیَا اَلْبَسَہُ اللّٰہُ ثَوْبَ مَذَلَّۃٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ ابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنے (یعنی جس کپڑے سے اس کا تکبر اور اس کی عظمت کا اظہار ہوتا ہو) خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔

●

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاؤدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ گویا اسی قوم میں سے ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
(اقبال)

●

عَنْ سُوَیْدِ بْنِ وَھْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَ ھُوَ یَقْدِرُ عَلَیْہِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ تَوَاضُعًا کَسَاہُ اللّٰہُ حُلَّۃَ الْکَرَامَۃِ وَ مَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰہِ تَوَّجَہُ اللّٰہُ تَاجَ الْمُلْکِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ وَ رَوَی التِّرْمِذِیُّ مِنْہُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ حَدِیْثَ اللِّبَاسِ۔

ترجمہ:۔ حضرت سوید بن وہبؓ کسی صحابی کے بیٹے سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص زینت کے لباس کو ترک کر دے اس حال میں کہ وہ اس کے پہننے کی استطاعت و قوت رکھتا ہو اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص زیب و زینت کے لباس کو کسر نفسی یا تواضع کے طور پر چھوڑ دے خداوند تعالیٰ اس کو عظمت بزرگی کا لباس پہنائے گا اور جو شخص خدا کے لئے نکاح کرے اللہ تعالیٰ اس کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھے گا۔ (ابوداؤد)

اور ترمذی نے معاذ ابن انس سے عباس کی حدیث روایت کی ہے۔

●

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ بات بہت مرغوب ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر اس کے بندوں کو دکھایا جائے (یعنی جب خدا کسی کو اپنی نعمت عطا فرمائے تو اس کے اثر کو نمایاں کرے اور اس کی نعمت کے مناسب اپنا حال بنائے)۔

●

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَ قَالَ یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یُّصْلِحَ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَ کَفَّیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اسماؓ بنت ابی بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اسماءؓ! عورت جب بالغ ہو جائے تو مناسب نہیں کہ اس کا کوئی عضو دیکھا جائے مگر یہ۔ اور اشارہ کیا اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی طرف۔ (ابوداؤد)

●

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُلْ مَا شِئْتَ وَ اَلْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَاَتْکَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَ مَخِیْلَۃٌ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجُمَۃِ بَابٍ۔

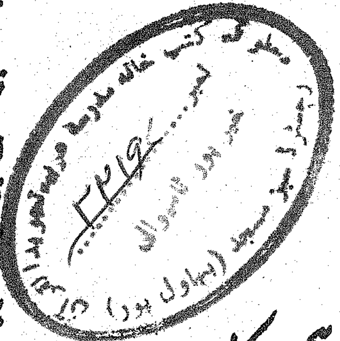
ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا۔ کھا جو تیرا جی چاہے اور پہن جو تیرا جی چاہے جب تک کہ تو دو چیزوں میں مبتلا نہ ہو یعنی اسراف (فضول خرچی) اور تکبر میں۔

هفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ایڈیٹر مناظر حسینی نظر

فون نمبر ۔۔۔۔ ۴۰۵۴۵

جلد ۹ | ۷ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بمطابق ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء | شمارہ ۴



قیادتِ پاکستان

ــــ وقت کی ایک اہم پکار

(۲)

چنانچہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء کرام کو آجکل قیادت کیوں نصیب نہیں؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ مادیت کی چکی میں بُری طرح پس رہے ہیں، ان کی نگاہیں صرف علوم جدیدہ پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں اور فکرِ آخرت کا تصور تو ان کے دلوں سے محو ہو چکا ہے۔ دوسری طرف علماء کی اکثریت آج کل بے عملی کا شکار ہے، علوم جدیدہ سے انہیں سروکار نہیں اور دوسروں کو تو فکر آخرت کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود ان میں سے اکثر کے نہاں خانۂ دل و دماغ سے آخرت کی لگن اور تڑپ رخصت ہو چکی ہے۔ اور حال یہ ہو چکا ہے کہ علماء اپنے مواعظ میں امم سابقہ کے قصص زیبِ داستان کے طور پر تو بیان کرتے ہیں اور ان پر عذاب الٰہی کے واقعات بھی سناتے ہیں۔ لیکن بہت کم علماء ہیں جو یہ بتائیں کہ اگر تم بھی نافرمانی کروگے تو تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو گذشتہ امتوں کا اس سے قبل ہو چکا ہے ــــ اس کے علاوہ معاملات کی صفائی اور دینی علوم کے ساتھ جدید علوم و اکتشافات سے بہرہ مند ہونے کی ترغیب دینے والے اہل علم تو اس سے بھی کم تعداد میں نظر آتے ہیں۔

علماء کی ناکامی کی دوسری بڑی وجہ مغربی تعلیم کے وہ مہلک اثرات ہیں جنہوں نے موجودہ تعلیم یافتہ طبقہ کو علماء سے برگشتہ کر دیا ہے۔ اور وہ کتاب و سنت کی تعلیمات سے کہیں زیادہ وقعت مغربی تہذیب و تمدن کو دینے لگے ہیں۔ مزید برآں یہ خیال بھی بدقسمتی سے جدید طبقہ کے ذہنوں میں جاگزیں ہو چکا ہے کہ اسلام موجودہ سائنسی تقاضوں کی راہ میں ایک آڑ ہے حالانکہ یہ بہت بڑی خام خیالی اور اسلام سے جہالت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ اسلام ہی تو وہ مذہب ہے جس نے انسان کو اس کی اصل منزل سمجھائی اور سائنس دان تو آج چاند ستاروں کی دنیا سے گذرنے کی سوچ رہے ہیں اور افلاک پر کمندیں پھینکنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں مگر داعئ اسلام نے پہلے چودہ سو سال قبل یہ بات واضح کر دی تھی کہ انسان کی منزلِ مقصود چاند ستارے نہیں بلکہ عرش معلیٰ ہے چنانچہ علامہ اقبال مرحوم نے اسی حقیقت کی طرف اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اسی طرح آج سے چند سال پہلے جب علامہ مرحوم نے یہ کہا تھا ؏

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

تو اس وقت کسے معلوم تھا کہ تھوڑا عرصہ گذرنے پر ہی انسان چاند ستاروں کی تسخیر کے منصوبے بنائیگا اور اس میں کامیاب ہو جائے گا۔

درحقیقت مسلمان اگر ٹھنڈے دل سے اپنے ماضی پر غور فرمائیں تو انہیں یہ جان لینے میں کوئی وقت نہیں ہوگی کہ دنیا کو نئے نئے علوم و فنون اور اکتشافات سے سرفراز کرنے والے اور تہذیب و تمدن کا درس دینے والے یہی تھے۔ تمام اقوام عالم انہیں کی دستِ نگر تھیں اور ساری دنیا میں انہی کا طوطی بولتا تھا۔ مگر جب انہوں نے دین سے تعلق کم کر لیا، احکام قرآنی سے روگردانی اختیار کی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالنا شروع کیا تو انہیں زوال آنا شروع ہو گیا۔ بلندیٔ کردار، اخلاق حمیدہ، مقصد سے لگاؤ، محنت کوشی اور دیانت کا ان میں فقدان ہوتا گیا اور اس کی جگہ عافیت کیشی، جاہ طلبی، خود غرضی، بے عملی اور پھوٹ نے لے لی حتیٰ کہ سقوط بغداد کے بعد مسلمان قوم کچھ اس طرح انحطاط پذیر ہوئی کہ رفتہ رفتہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی۔ اور وہ قوم جو ترقی کے بام عروج پر پہنچی قعرِ ذلت میں جا گری۔ لیکن کیا اس طویل شبِ غم کی کوئی سحر نہیں؟ کیا مسلمان قوم پھر سنبھالا نہیں لے سکتی؟ کیا یہ اپنی کھوئی ہوئی منزل پھر حاصل نہیں کر سکتی؟ اور کیا دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں پھر اس کا شمار نہیں ہو سکتا؟ یہ سوالات ہیں جو ہر ذی شعور اور ذی حس مسلمان کے دل میں ضرور چٹکیاں لیتے ہیں۔

ایک پڑھا لکھا مسلمان جب اپنے گردو پیش پر نظر ڈالتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جدید علمی دنیا میں زندگی ابھر رہی ہے اور ہم ابھی تک ٹس سے مس نہیں ہوتے تو وہ دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ مشینی دور ہے اور زندہ قومیں مشینی رفتار سے ہی آگے بڑھ رہی ہیں۔ یقین جانئے جو قوم اس دورِ رستاخیز میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہے گی زمانہ دھکیل کر اسے ایک طرف پھینکتے ہوئے آگے بڑھ جائے گا ــــ آج وقت کا تقاضا ہے کہ مذہبی قیادت انتہائی باشعور ہاتھوں میں ہو ــــ ان ہاتھوں میں ہو جو حالات سے عہدہ برا ہونے کی سکت اور قانون اسلامی کے نفاذ کی پوری اہلیت اپنے اندر رکھتے ہوں اور پھر ان کی اپنی زندگیوں میں بھی اسلام ہی کی حکمرانی ہو ــــ ورنہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہوتے جائیں گے۔

چنانچہ اس وقت ملک کی اہم ترین ضرورت اور فوری ضرورت یہ ہے کہ تمام اہل الرائے اصحاب مل کر ایک جاندار اور دیندار قیادت کی داغ بیل ڈالیں ــــ مختلف علوم و فنون کے ماہرین اور علماء حق ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں، سر جوڑ کر بیٹھیں اور ذاتیات سے بالاتر ہو کر کتاب و سنت کی تعلیمات کی واضح روشنی میں ملک کی بہبودی کا منصوبہ تیار کریں اور قوم کے لئے ایسے خطوط مہیا کریں جن کی مدد سے وہ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہو سکے۔

اس سلسلہ میں بنیادی ضروریات یہ ہیں کہ:۔

۱۔ ہر معاملہ میں کتاب و سنت کو مشعل راہ بنایا جائے۔

۲۔ علماء کرام محض دین خداوندی، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ملک و ملت کی سربلندی کی خاطر اپنے اختلافات ختم کرکے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی عملی تفسیر بن جائیں۔

۳۔ قوم میں خود اعتمادی، جرأت، ولولہ، محنت و کارکردگی اور جذبہ حب الوطنی پیدا کیا جائے۔

۴۔ قوم میں اجتماعی زندگی اور اس کا شعور پیدا کیا جائے۔

۵۔ وطن سے محبت، اس کی فلاح و بہبود اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے جذبات کو ابھارا جائے۔

مشہور چینی فلاسفر "کنفیوشس" کے نزدیک سربلندیٔ وطن کے لئے تین امور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:۔

۱۔ عوام کی روزی کا مسئلہ حل کیا جائے۔

خُدا صرف اعمال کو دیکھتا ہے

مضطر گجراتی

سلام اُس پہ جو نورِ ارض و سما ہے
درُود اُس پہ جو حاصلِ مدّعا ہے
سلام اُس پہ جو انس و جاں کا ہے محسن
درُود اُس پہ جو سرورِ انبیاءؐ ہے

خیالوں میں لندن، لبوں پر مدینہ
قدم در تلاطم، نظر بر سفینہ
میرے محترم رہنما ہی بتائیں
یہی کیا ہے ساحل رسی کا قرینہ؟

وہ صبحِ حرم، جلوۂ زندگانی
وہ قرآنِ ناطق، وہ حق کی نشانی
وہ شائستۂ رفعتِ عرش و سدرہ
وہ پروردۂ فطرتِ جاودانی

خُدا بزدلوں کا سہارا نہیں ہے
خُدا کو تعیّش گوارا نہیں ہے
خُدا کی اطاعت سے تم منحرف ہو
خدا درحقیقت تمہارا نہیں ہے

اُسیؐ نے کیے امن و عزت کے ساماں
اُسیؐ نے کیا خاک کو خاورستاں
اُسیؐ نے دیا درسِ مہر و اخوت
اُسیؐ نے کیا حکمتوں کو نمایاں

خُدا قدرداں ہے فلک تازیوں کا
خُدا ہے طلب گار جانبازیوں کا
خُدا بُت شکن فاتحوں کا نگہباں
خُدا حوصلہ آزما غازیوں کا

یہ دُنیا کہ ہے رنج و راحت کی بستی
دوامی ہے اس کی بلندی نہ پستی
یہاں کامیابی بقدرِ عمل ہے
عمل کے مطابق ہے تقدیرِ ہستی

خُدا سربکف جاں نثاروں کا حامی
خُدا شیر دل شہسواروں کا حامی
خُدا ساتھ دیتا ہے مردانِ حُر کا
خُدا وقت کے تاجداروں کا حامی

ہر انساں گزرتا ہے بیم و رجا سے
یہ فطرت کا قانون ہے ابتدا سے
سلامت نہ اُترے گا ساحل پہ ہرگز
جو ڈرتا رہے دامِ موجِ بلا سے

خُدا اُن کا جو کارسازِ جہاں ہیں
خُدا اُن کا جو محرمِ این و آں ہیں
خُدا اُن کا جو کھیلتے ہیں قضا سے
خُدا اُن کا جو دین کے پاسباں ہیں

عمل سے معرّا ہے تدبیر اپنی
ابھی تک ہے مخدوش تقدیر اپنی
عجب ہے کہ اس پر بھی اربابِ ملّت
خُدا کو سمجھتے ہیں جاگیر اپنی

خدا عشق کے دردمندوں کا مولا
خُدا حق نگر، حق پسندوں کا مولا
خُدا سرفروشوں کا مشکل کشا ہے
خُدا تیغ بردار بندوں کا مولا

کوئی جاہ و اقبال کو دیکھتا ہے — کوئی صورتِ حال کو دیکھتا ہے
زر و مال و منصب پر اترانے والو! — خُدا صرف اعمال کو دیکھتا ہے

مجلسِ ذکر بروز جمعرات ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۶۳ء

دعوت دین و عمل

[illegible]

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد!

اللہ تعالےٰ کا احسان و فضل ہے۔ کہ اس نے ہمیں یہاں جمع ہو کر ذکر اللہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج کل جگہ جگہ اسلام کی مخالفت کا پروپیگنڈا ہو رہا ہے۔ اسلام اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سب اجتماعیت کے پروگرام ہیں۔ لیکن آج کئی جاہل اور بیوقوف ان چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جماعت کے ساتھ رہا کرو۔ کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر اکٹھے مل کر با جماعت ذکر اللہ کریں گے نماز ادا کریں گے تو ان میں شاید کوئی ایسا پاک اور مخلص بندہ ہو۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ہمارے ذکر اور نماز کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنا دیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر آم لینے جائیں۔ تو ٹوکرے میں نیچے چھوٹے اور ادنےٰ قسم کے اور اوپر بڑے اور اعلےٰ قسم کے آم ہوتے ہیں۔ لیکن سب لینے پڑتے ہیں۔ اسی طرح برے بھی نیکوں کے ساتھ بخش دیئے جائیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً

ترجمہ! اے ایمان والو۔ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

یہ نہیں۔ کہ کوئی نماز پڑھی کوئی نہ پڑھی اگر نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہے اور ساتھ سینما بھی دیکھ لیا۔ جھوٹ بھی بول لیا۔ کم تولنا اور کم ناپنا شروع کر دیا۔ اگر ان برائیوں سے بچ گئے۔ تو زکوٰۃ فرض ہونے پر زکوٰۃ نہ دی حج فرض ہونے پر حج کی پرواہ نہیں —

یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر والا معاملہ ہے اسلام اس کی سخت مخالفت کرتا ہے ظاہر باطن ایک ہو۔ اللہ تعالےٰ کا خوف ہر دم رہے اس کی یاد میں وقت گزرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو ہر حال میں اپنائے

دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ سب بے عمل مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں میں انتشار کو ختم کرے اور ہمارے حکام کو راہِ راست پر لائے ان کو اس اسلامی مملکت میں قرآن و حدیث کو نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سلسلۂ ذکر کے متعلق ایک آیت ملاحظہ فرمائیں

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)

ترجمہ! بے شک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو۔

ذکر اللہ کی تاکید کے متعلق براہ راست کئی احکامات ہیں۔ قرآن بذات خود اللہ تعالےٰ کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہے۔

اگر یہ احکامات نہ بھی ہوتے۔ تو انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے احسانات کو یاد کر کے اس کا شکر بجالائے اور کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔ آدمی اس کے سامنے گڑگڑائے اپنی حاجات و مشکلات پیش کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی سیرت و واقعات پڑھے اور ان کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے گھروں میں ذکر اللہ کے چشمے جاری کریں۔ اپنی نسلوں محلے والوں اور دوستوں کو قرآن کی دعوت دیں۔

بہترین طریقے سے اسلام کو پھیلانے کی کوشش کریں، اپنی وسعت اور ہمت کے مطابق لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہیں۔ الحمد للہ بعض مخلص لوگ اپنے اپنے حلقہ میں بہت کام کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو اور زیادہ ہمت اور توفیق دے

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ہیں ان کو اپناؤ۔

تو جہاں ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم نماز روزہ ذکر اللہ اور دوسری عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلیں۔ وہاں ہم پر یہ بھی فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ ہم دنیاوی معاملات میں لین دین تجارت کاروبار میں حضور اور صحابہؓ کی سیرت کو سامنے رکھیں۔ تاکہ حسنۃ الدنیا و حسنۃ الآخرۃ کا مصداق بنیں۔

افسوس ہے کہ ہم آج دولت اور وقت کی بالکل قدر نہیں کرتے۔ نہ ہمیں حلال کھانے اور حرام سے بچنے کا خیال ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

کپڑوں کو ناپاک رکھا جاتا ہے۔ پیشاب وغیرہ کر کے اسی طرح پتلون یا پاجامہ وغیرہ باندھ لیتے ہیں اور پھر نماز کے وقت کپڑوں کی ناپاکی کا عذر پیش کیا جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کے وجہ سے ہوتا ہے سب جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور سیرت کو سامنے رکھیں۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے

کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے احکامات کو دل سے ماننے کا نام ایمان ہے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے اسلام، اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جیل کے افسر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کرتے تھے کہ حضرتؒ! کیا آپ آخر کیا کرتے ہیں کہ حکومت آپ کے مخالف ہے آپ نے فرمایا کہ میں فقط قرآن سناتا ہوں، اس پر انہوں نے کہا کہ قرآن تو سب مولوی سناتے ہیں حضرتؒ نے فرمایا کہ دوسرے مولوی پنجابی قرآن سناتے ہیں اور میں محمدی قرآن سناتا ہوں آج جو صلہ رحمی سے دور بھاگے۔ نماز ایک نہ پڑھے روزہ ایک نہ رکھے۔ زکوٰۃ اور حج فرض ہونے کے بعد بالکل نہ کرے۔ بد معاشی خوب کرے رشوت اور حرام خوری میں خوب مبتلا ہو۔ بس ہر مہینے گیارھویں دے دے۔ قبروں پر نذرانے چڑھا آوے، مولویوں سے ختم پڑھوائے وہ پکا مسلمان۔ یہ ہے پنجابی قرآن اور جو شریعت کے احکامات کی پوری پوری نگہداشت کرے۔ ذکر اللہ اور عبادت میں لگا رہے اور من گھڑت رسموں اور خرافات سے بچا رہے تو وہ ہے بے ایمان —

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اللہ تعالےٰ ہمیں محمدی اسلام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پنجابی اسلام سے بچائے آمین —

منگورہ میں

رسالہ خدام الدین حاجی سید محمد عبد الجبار سے طلب فرمائیں۔ (عبد الغفار)

خطبہ یوم الجمعہ ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

ہوش در دم

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

بزرگان محترم!

گذشتہ جمعہ "نظر بر قدم" کے سلسلہ میں اختصار کے ساتھ کچھ معروضات پیش کی گئی تھیں۔ اس دفعہ میری گزارشات کا عنوان "ہوش در دم" ہے۔ جس طرح "نظر بر قدم" تصوف کی اصطلاح میں اپنے ہر ہر قدم کے محاسبہ کا نام ہے اسی طرح اپنے ہر ہر سانس کی حفاظت اور اسے یادِ خداوندی میں مشغول رکھنے کا نام اصطلاحِ تصوف میں "ہوش در دم" یا "پاس انفاس" ہے

اس حقیقت سے کوئی متنفس انکار نہیں کر سکتا کہ انسان کا جسم، اس کی جان اور اس کا سب کچھ، اللہ رب العزت کا عطا کردہ ہے۔ وہی اس کا مالکِ مطلق اور متصرفِ حقیقی ہے کوئی نہیں جو اس کے حضور دم مار سکے اور چون و چرا کی جرأت کر سکے ——

خداوند قدوس نے ساری کائنات انسان کے لئے بنائی اور انسان کو صرف اپنی یاد اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر اس کے لئے ایک ضابطہ حیات بنایا —— ایک دستورِ زندگی اسے عطا کیا ہے، ایک لائحہ عمل اس کے لئے مقرر کیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان اسی کے مطابق زندگی بسر کرے، اسی کی مرضیات کو اپنائے، اس کے وضع کردہ قوانین سے سرمو انحراف نہ کرے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے

اللہ جل شانہٗ گوارا ہی نہیں فرماتے کہ انسان ان کا بھی کہلائے اور دوسرے آستانوں کی دھول بھی چاٹے۔ وہ قطعاً پسند نہیں کرتے کہ انسان ان کی عطا کردہ نعمتوں کو ان کی مرضی کے خلاف استعمال کرے اور ان کی بندگی کا دعویٰ بھی کرے —— وہ چاہتے ہیں کہ انسان اپنے جسم، اپنی جان اور ان کی عطا کردہ تمام نعمتوں کو انہیں کے لئے وقف کر دے، انہیں پر قربان کرے اور پھر بھی یہی سمجھے کہ ان کا حق ادا نہیں کر سکا ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

برادرانِ محترم!

انسان ہر گھڑی اللہ رب العزت کے سامنے جوابدہ ہے۔ اُسے اپنی ہر ہر چیز کا حساب دینا ہوگا۔ روزِ محشر انسان کو بتانا ہوگا۔ کہ اس نے اپنے اعضاء اپنی جان اور خداوند قدوس کی عطا کردہ قوتوں اور نعمتوں کو کہاں کہاں صرف کیا، ان سے کیا کیا کام لیا، ان سے کس درجہ عبدیت کا مظاہرہ کیا کس حد تک انہیں بیکار رکھا یا غفلت کی بھینٹ چڑھایا اور انہیں اپنے مالکِ حقیقی کی مرضی کے خلاف کہاں کہاں اور کیوں استعمال کیا

یاد رکھیئے! وہاں جیسے ایک ایک قدم، ہر ہر قول و فعل اور اوقاتِ زندگی کا محاسبہ ہوگا بالکل ویسے ہی ہر ہر سانس کا بھی حساب لیا جائے گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انسان دن اور رات میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔ اور خدا کے حضور یہ سوال ہوگا کہ انہیں کیوں کر صرف کیا گیا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ انسان کو دن اور رات میں کم از کم چوبیس ہزار مرتبہ ضرور اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس معاملہ میں کے روبرو سرخرو ہو سکے ——

اب آپ اندازہ فرمایئے۔ جو شخص اپنے ہر ہر سانس کا محاسبہ کرے گا، ہر ہر سانس کے ساتھ ذکر الٰہی کرے گا۔ اور یادِ خداوندی سے یک لحظہ غافل نہ ہوگا۔ کیا اس سے کسی گناہ کا یا خلافِ شرع کام کا صدور ہو سکے گا۔ اور کیا اس کے دل میں کثرتِ ذکرِ الٰہی سے عشقِ خداوندی پیدا نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا، یقیناً ہوگا —— اور یہ بھی لازمی امر ہے کہ جس دل میں عشقِ الٰہی کی چنگاری سلگ اٹھے اس سے یادِ خداوندی چھوٹ سکتی ہی نہیں —— وہ تو یہی چاہے گا کہ اُسے خلوت بلبسر آ جائے اور اپنے محبوبِ حقیقی سے مصروفِ راز و نیاز ہو —— عاشق کی تو شان یہی ہے کہ اُسے محبوب کی یاد کے سوا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ وہ قعرِ مذلت میں رہنا تو گوارا کر لیتا ہے۔ مگر محبوب سے جدائی گوارا نہیں کرتا۔ چنانچہ عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہر کجا یوسف رُخے باشد چو ماہ
جنت است آں گرچہ باشد قعرِ چاہ

جس جگہ وہ یوسف رُخ چاند کی مانند جلوہ افروز ہے۔ میرے لئے وہ جنت ہے اگرچہ وہ کنوئیں کا قعر ہی کیوں نہ ہو ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با او سرِ سودا بود

میرے لئے دونوں جہاں سے خوشتر وہی جگہ ہے کہ جس جگہ میرا محبوب سے سرِ سودا ہو یعنی محبوب سے عشق و محبت کی گفتگو اور مناجات و سرگوشی ہو ؎

آزمودم من ہزاراں بار بیش
بے تو شیریں می نہ بینم عیش خویش

میں نے ہزاروں بار آزما لیا ہے کہ آپ کے قرب کے بغیر میرا عیش و آرام سب تلخ ہو جاتا ہے

بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست
تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست

آپ کی پناہ کے بغیر الجھاؤ اور پیچیدگی کے سوا کچھ نہیں ہے اور آپ کی جدائی سے تلخ تر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست
جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

کوئی گوشہ جال اور چوپائے سے خالی نہیں اور سوائے خلوت گاہِ حق کے کہیں آرام نہیں صرف خلوت گاہِ حق میں آرام میسر آتا ہے

چنانچہ اُس شخص سے بڑا خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جسے حق تعالیٰ شانہٗ اپنی محبت سے نواز دیں اور اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کس کو میسر ہے جس کے دل میں عشق الٰہی کی آگ روشن ہو جائے۔ ہر شخص کو یہ دولت میسر نہیں آتی ؎

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں حضرت سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی مضمون ایک رباعی میں بڑے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوزِ غم پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

حضرت سرمدؒ فرماتے ہیں "اے سرمد! حق تعالیٰ شانہٗ عشقِ حقیقی کا غم بوالہوسوں یعنی دنیا پرستوں کو نہیں دیتے اور پروانہ کا سوزِ غم مکھی کو عطا نہیں فرماتے ——

اے سرمد! یار کے وصال کے لئے ایک عمر درکار ہے یہ دولتِ عشق ہر کس و ناکس کو نہیں بخشی جاتی ——"

درحقیقت واقعہ بھی یہ ہے کہ عشقِ حقیقی جس دل میں گھر کر لیتا ہے۔ اس کو ننگ و ناموس سے آزاد کر دیتا ہے رضائے محبوب کے بجز اُسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی —— اللہ تعالیٰ یہ دولتِ عشق ہم سب کو نصیب فرمائے —— آمین! ......

بہرحال بات یہاں سے چلی تھی کہ ذکر الٰہی کی کثرت سے دل میں عشق الٰہی کی آگ روشن ہوتی اور یادِ خداوندی کی توفیق نصیب ہوتی ہے گویا ذکرِ الٰہی ہی کی بدولت انسان کو بارگاہِ خداوندی میں حضوری کی سعادت عطا ہوتی ہے — اسی کی بدولت انسان مخلوق کی ہر شے سے کٹ کر اللہ سے جڑتا ہے اور مقاماتِ قربِ خداوندی طے کرتا ہے —

یہی ہے جس کی بدولت انسان کے دل و دماغ میں استحضار عظمت الٰہیہ، خوفِ خدا، محبت خداوندی، احکامِ الٰہی کی پابندی یا شریعت سے حقیقی انس اور جذبۂ عبدیت پیدا ہوتا ہے — گویا ذکرِ الٰہی باعث بنتا ہے سارے اسلام پر عمل پیرا ہونے کا، کیونکہ ایمان اور اسلام کا حاصل یہی ہے کہ انسان میں بندگی کا جوہر اور ذات و صفات خداوندی کی عظمت کا استحضار پیدا ہو — چنانچہ حق تعالےٰ شانہٗ نے جو صیغہ اپنی بڑائی کے لئے بیان فرمایا ہے۔ وہی صیغہ اپنے ذکر کی عظمت و بڑائی کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے اپنے لئے فرمایا اللہ اکبر یعنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے اور ذکر اللہ کے لئے فرمایا — وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر، اور اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے —

ذکر اللہ کی عظمت

اب مندرجہ ذیل آیت کریمہ پر غور فرمایئے! کس قدر برتری ذکر اللہ کی بیان فرمائی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے :—

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (سورۂ عنکبوت آیت ۴۵)

ترجمہ! جس کتاب کی تم پر وحی کی جا رہی ہے اس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ بے شک نماز بدکاریوں اور برے کاموں سے ہٹا دیتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی بات ہے —

محترم حضرات!

آیت بالا میں تین عبادتوں کا ذکر ہے۔

(۱) تلاوت کتاب اللہ — سو حدیث شریف میں واضح طور پر تصریح موجود ہے کہ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے — اور الف، لام، میم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف۔ گویا الم کہنے پر ایک شخص کو تیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

اندازہ فرمایئے اگر کوئی شخص تلاوتِ کلام اللہ ہی کی پابندی کر لے اور ایک پارہ روزانہ تلاوت کرے تو کس قدر نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی — مگر افسوس کہ لوگ اخبار تو پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی تلاوت کر کے نیکیوں کے لاتعداد خزانے حاصل نہیں کرتے —

۲۔ دوسرا حکم اس آیہ کریمہ میں یہ ہے کہ نماز کو کو کھڑا کرو (واقم الصلوٰۃ)، یہ نہیں فرمایا گیا کہ نماز پڑھو — کیونکہ بعض لوگ نماز پڑھتے تو ہیں مگر اُسے کھڑا نہیں کرتے — مقصد یہ ہے کہ اے لوگو! نماز ترتیل کے ساتھ، معانی کا لحاظ کر کے پڑھو۔ یہ سوچ کر اور دل میں یہ خیال رکھ کر پڑھو کہ تم اُس شہنشاہِ عالم کے سامنے کھڑے ہو۔ جو دل و دماغ کے خیالات کو جانتا ہے۔ ہر ہر حرکت کو جانتا ہے لہذا ہر رکوع کو، سجدے کو، قیام کو، قعود کو ترتیب اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو۔ پس اگر تمام احکام اور جملہ آداب کی پابندی کرتے ہوئے نماز ادا کی گئی تب تو نماز کا کھڑا کرنا ہوا۔ لیکن اگر رکوع، سجدہ، جلسہ میں سکون و اطمینان نہیں ہوا تو نماز تو ہو جائے گی۔ مگر اقامت نماز نہ ہو گی — اگر کسی شخص کا چہرہ تو کعبہ کی طرف ہے مگر دل بیوی بچوں میں لگا ہوا ہے تو یہ بھاگ دوڑ کی نماز ہو گی اقامتِ نماز اسے کہنا غلطی ہے — اور جب اقامتِ نماز نہ ہو گی تو یہ نماز اپنی تاثیر سے خالی ہو گی اور اس کی بدولت روحانی امراض سے مکمل شفا نصیب نہ ہو گی۔ لیکن اگر نماز اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ادا کی گئی اور واقعتاً نماز کو کھڑا کیا گیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ بے حیائی کی باتوں، منکر باتوں اور نہایت بری باتوں سے روک دے گی — حقیقتاً نماز فحشاء اور منکر کو روکتی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے زمانے میں ایک خوبصورت عورت کا واقعہ ہے کہ وہ پردے کے ساتھ نماز میں جایا کرتی تھی — ایک نوجوان اس پر عاشق ہو گیا۔ عورت نکاح شدہ تھی — نوجوان نے جب حد درجہ بے باکی کا ثبوت دیا اور اس عورت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو عورت نے جواب میں کہا کہ میں ملنے کے لئے تیار ہوں مگر ایک شرط ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے پیچھے چالیس روز تک نماز پڑھ لو — نوجوان نے سمجھا یہ تو بڑی آسان بات ہے — چنانچہ وہ ہر روز حضرت عمرؓ کے آنے سے پہلے مسجد میں چلا جاتا تھا — نماز سے فراغت کے بعد وہ اس عورت کے مکان سے گزرا کرتا تھا — دس بارہ روز کے بعد اس طرف سے گزرنے کے احساس میں کمی آ گئی — بیس پچیس روز بعد بالکل کمی ہو گئی اور بالآخر چالیس روز بعد جب عورت نے پیغام بھیجا تو نوجوان نے جواب دیا کہ اب دل نہیں چاہتا کہ اللہ جل شانہٗ سے بھی دل لگاؤں اور نگاہ کسی غیر کی طرف بھی اٹھاؤں — جس کا اللہ سے تعلق ہو جائے اُسے کسی غیر سے تعلق کی حاجت نہیں رہتی (عورت نے خاوند سے تذکرہ کیا خاوند نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ سے کہا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے جواب میں فرمایا

صدق اللہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا کہ نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے —

(۳) تیسری بات فرمائی " ولذکر اللہ اکبر" ذکر اللہ بڑی مقدس عبادت ہے جس کو 'اکبر' فرمایا گیا ہے یعنی ذکر اللہ۔ تلاوت اور نماز سے ہی نہیں ہر عبادت سے بڑی عبادت ہے — غور فرمایئے! کس قدر فضیلت اور عظمت ذکر الٰہی کی بیان کی گئی ہے —

ذکر اللہ ہر مومن پر واجب ہے

— قرآن عزیز میں اسی عظمتِ ذکر کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے متعدد مرتبہ اپنے بندوں کو ذکر اللہ کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:—

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا o وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا o

ترجمہ! اے ایمان والو! تم اللہ تعالےٰ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ (الاحزاب ۴۱، ۴۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک تقریر میں سیدی و مولائی سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا تھا —

اللہ تعالےٰ کا منشاء ہے کہ بے تعداد ذکر ہو۔ شب و روز کی قید نہیں، صبح و شام کی قید نہیں طہارت غیر طہارت کی قید نہیں — کپڑے پھٹے ہوئے ہونے یا نہ ہونے کی قید نہیں — مطلب یہ ہے کہ ہر وقت، ہر لحظہ اور ہر حالت میں اللہ کے ذکر میں لگے رہو —

محترم حضرات!

آیت بالا میں حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کو ذکر اللہ کرنے کا حکم صیغۂ امر سے فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ ہر مومن پر واجب ہے

قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان ہے

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے۔ یعنی جو بھی حالت ہو ہر حال میں اللہ اللہ کرو — (النساء آیت ۱۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی یہ ہے کہ بندہ بے شمار اور بے تعداد اللہ کا ذکر کرے اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اُسے جاری رکھے — چنانچہ عالم میں سب سے بڑے ذاکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی شان حدیث شریف میں یہ فرمائی گئی ہے کہ آپؐ

کی کوئی گھڑی ذکر اللہ اور یادِ خداوندی سے خالی نہ ہوتی تھی۔ اور مختلف اندازوں سے آپ ہر ہر آن ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے سمجھ میں آتا ہے آپ فرماتی ہیں ـــ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ ـــ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کا ذکر جاری رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھنے لگیں ـــ یہاں بھی ذکر کی نہایت ہی مرغوبیت مقصود ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ چاہتے ہیں کہ میرے بندے زیادہ سے زیادہ میری یاد کریں۔ چنانچہ حدیث نبویؐ میں ذکر اللہ کو "خیر الاعمال" بہترین عمل "پاکیزہ ترین عمل" بلند پایہ عمل، چاندی سونا خرچ کرنے سے بھی اونچا عمل "جہاد فی سبیل اللہ سے بھی اونچا عمل" فرمایا گیا ہے

اسی لئے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے ذکر ہی اہل ایمان کا زادِ راہ ہے جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔ ذکر ہی وہ منشور یا (پاسپورٹ) ہے جسے دکھا کر مومن آگے بڑھ سکتے ہیں ـــ

ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے جس کے بغیر اجساد مثل گور کے رہ جاتے ہیں ـــ

ذکر ہی وہ ہتھیار ہے جس سے رہزنوں اور دشمنوں کو ہٹایا جاتا ہے ـــ

ذکر ہی وہ پانی ہے جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے ـــ

ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے ـــ

اور ذکر کی فضیلت کے سلسلے میں حدیث شریف میں یہاں تک آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"دیکھو میں تمہیں ایسا عمل بتا رہا ہوں جو تمہارے رب کے یہاں سب سے بہتر ہے جس سے تمہارے درجے بلند ہوتے ہیں اور تمہارے سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے اور تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے تم ان کو قتل کر دو اور وہ تمہیں قتل کر ڈالیں ـــ وہ عمل کیا ہے! اللہ کا ذکر"

غرضیکہ ذکر اللہ کے برابر کوئی عمل نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسے ہر عبادت اور قربانی پر ترجیح دی گئی ہے۔ قرآن پاک میں قیامت کا ایک نام یوم الحسرۃ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے آقائے نامدار رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ روزِ قیامت کافروں اور منافقوں کے لئے تو یوم حسرت سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے حسرت کریں گے مگر مومنوں کے لئے یوم حسرت کیوں کر ہو گا۔ جن مومنین نے قرآن و حدیث سے اپنے اعمال کو سنوارا ہے۔ وہ کیوں افسوس کریں گے۔ آنحضرت فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ بے شک مومن مطیع اور فرمانبردار بندے بھی افسوس کریں گے۔ کیونکہ جب حق تعالےٰ شانہٗ اپنے یاد کرنے پر اور ہر ہر مرتبہ کے ذکر پر اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے تو تو ہر شخص افسوس کرے گا کہ میں نے سو ہی مرتبہ کیوں ذکر کیا، ہزار مرتبہ کیوں کیا، لاکھ مرتبہ یا کروڑ مرتبہ پر ہی کفایت کیوں کی اور اس سے بھی زیادہ ذکر کیوں نہیں کیا ـــ مومنوں کو صرف اس بات کی حسرت ہو گی کہ کاش وہ اور زیادہ ذکر الٰہی کرتے تو اور زیادہ غیر معمولی اجر پاتے پس اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے ہاں ذکر اللہ کے لئے کوئی حد اور کوئی نہایت نہیں۔

ذکر کے طریق

ذکر کے تین معروف طریقے ہیں۔ اگرچہ صوفیا کے ہاں اس سے علاوہ بھی ذکر کے طریق ہیں۔ جن کی وہ اپنے متوسلین کو تعلیم دیتے ہیں اور جس کے نتیجہ میں انسان کے بال بال سے ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے ـــ خود حضرت اقدس شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کے اذکار کی تلقین فرماتے اور تعلیم دیتے تھے اور یہ اذکار ہمارے سلسلۂ قادریہ میں رائج ہیں ـــ ان اذکار میں رسوخ حاصل کئے بغیر کسی سالک کی تکمیل نہیں ہوتی ـــ بہر حال معروف طریق تین ہیں ـــ

(۱) صرف زبان ذکر کر رہی ہو یہ ادنےٰ درجہ ہے ـــ

(۲) صرف دل ذکر کر رہا ہو یہ متوسط درجہ ہے

(۳) دل، زبان اور سانس سب ذاکر ہوں یہ اعلےٰ درجہ ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو یہ درجہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت شیخ عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ چشتیہ میں ایک کامل اور بہت اونچے درجہ کے ولی اللہ گذرے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ہراں کو غافل از دے یک زمان است
ہماں دم کافر است امّا نہاں است
مبادا غافلی پیوستہ باشد
درِ اسلام بر وے بستہ باشد

اسی کو صوفیاء کی زبان میں یوں کہا جاتا ہے کہ :۔ "جو دم غافلے سو دم کافر"

یعنی جو سانس بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں گیا کفرانِ نعمت ہوا اور بندے نے سانس کو یونہی بیکار گنوا دیا ـــ

ہمارے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں بڑی اونچی بات فرماتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ ہر وقت حاضر و ناظر ہے اس لئے نماز کی قضا ادا ہو سکتی ہے آدمی سے اگر غفلت ہو جائے تو وہ توبہ کرے، بارگاہ خداوندی میں گڑگڑائے اور اس کے حضور کھڑا ہو کر اپنی بھول کی معافی مانگ لے اور نماز کی قضا ادا کرے تو مسئلہ یہی ہے کہ نماز کی قضا ادا ہو جاتی ہے مگر وہ فرماتے تھے کہ اس طرح نماز کی قضا تو ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن سانس کی قضا کسی صورت ادا نہیں ہو سکتی۔ جو سانس ایک بار غفلت میں جا چکا اُسے کسی صورت میں واپس نہیں لایا جا سکتا اور یہی مطلب ہے صوفیاء کی اصطلاح ـــ

"جُو دم غافلے سو دم کافر"

چنانچہ سانس کا دھیان رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا کہ کوئی سانس اور کوئی دم ذکر اللہ سے خالی نہ جائے اصطلاح تصوف میں ـــ

"ہُوشے در دم"

کہلاتا ہے ہوش در دم کیلئے پاس انفاس کا ذکر سالکین کو تلقین کیا جاتا ہے

اللہ تعالےٰ ہمیں اس مقام کے حصول کی توفیق عطا فرمائے کہ ہمارا کوئی سانس ذکر اللہ سے خالی نہ جائے (آمین)

جانشین شیخ التفسیر مدظلہٗ کے

پروگرام میں تبدیلی

اسوۃ الصلحا حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب خلیفۂ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمل پور اور مولانا سید چراغ الدین شاہ صاحب خطیب جامع مسجد قاضی نظام الدین محلہ امام بارہ راولپنڈی کے شدید اصرار پر حضرت شیخ مدظلہٗ نے اپنے پروگرام میں مندرجہ ذیل تبدیلی فرما دی ہے۔

۳۱ر مئی ۱۹۶۳ء بروز جمعہ حضرت مولانا مدظلہٗ خیبر میل کے بجائے ریل کار سے عازم راولپنڈی ہونگے ـــ راولپنڈی عشاء کے بعد خطاب فرما کر رات کو خیبر میل سے کیمل پور پہنچیں گے ـــ وہاں تقریباً ۳، ۴ گھنٹے قیام فرما کر آپ (Rebaz) کے ذریعہ ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ پر پشاور پہنچیں گے

(احباب پشاور مطلع رہیں) (ادارہ)

موضع میاں علی اور منڈی چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ میں جانشین شیخ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی مورخہ ۴ر جون ۱۹۶۳ء بروز منگل تقریباً ۱۱ بجے موضع میاں علی ضلع شیخوپورہ تشریف لائیں گے۔ منگل کا دن میاں علی میں قیام فرما کر حضرت مدظلہٗ ۵ر جون بروز بدھ ظہر کے وقت منڈی چوہڑ کانہ پہنچیں گے اور عوام سے خطاب فرمائیں گے (مولانا) احمد دین میاں علی

ترجمۂ قصیدۂ عربیہ

۱ - میری بیتاب روح جانِ محبت کے وصال کیلئے پھڑکی اور رودی تو میری آنکھوں نے سیلاب اشک بہادیا۔

۲ - اور ان کی صبح وشام کی مجالس کی یاد تازہ کردی جہاں نسیم مشکبار چمن زاروں سے ہو کر آیا کرتی ہے۔

۳ - رات کی تنہائی میں لگی اس کا ذکر چھیڑنے کہ یادِ حبیب میں اپنے بیقرار جی کو بہلائے۔

۴ - فراقِ یار کی داستان چھڑی تو اس کے آنسو بے اختیار جاری ہوگئے عیش وعشرت کی بساط اُلٹ دی۔

۵ - ہجرِ طویل کی شکایت پر بے رخیٔ حبیب کا گلہ کرنے لگی اور لگی اس کو طول دینے۔

۶ - دیارِ حبیب کے آثار و نقوش دیکھ کر از خود رفتہ ہوگئی - آہ وبکا سے لذت گیر ہوتی تھی۔

۷ - جی لگانے کی خاطر حبیب کی ہر چھوٹی بڑی ادا کی اسے جستجو ہوئی۔

۸ - ۹ - وصالِ حبیب کا شوق غم انگیز بھی ہے اور غم افزوں بھی۔ ایسے محبِّ صادق کیلئے جسے جدائی کی مصیبت نے تھکا دیا ہو۔

۱۰ - عاشق زار کو تمنّا بر آنے تک سکون میسر نہیں۔

۱۱ - یار کی جُدائی کے سبب زندگی پُر خلل و تلخ ہے۔ دوستوں کی جدائی سے تو موت اچھی

۱۲ - حبیبِ وفا شعار کے تصوّرِ جانفزا اور اس کے جمالِ حیات آفریں سے میرے قلب و نظر کو لذتِ بے پایاں ملی۔

۱۳ - ۱۴ - حکایتِ ہجر کے دُہرانے سے بات لمبی ہوگی۔ مختصرًا یوں سمجھیے کہ میں اپنی کائناتِ دل اس کے حوالہ کر چکا۔

۱۵ - ۱۶ - محبت میں ملامت و رسوائی سے ڈرنا آدابِ محبت کے خلاف ہے۔ اے ناآشنائے رازِ محبت، محبت تو میرا مزاج ہے، میری فطرت ہے۔ میں اس حبیب کی اداؤں کا شکار ہو کر اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتا۔

۱۷ - ۱۸ - میرے حبیب نے سفر پر جانے سے پہلے وعدہ کیا کہ زیادہ باہر رہنا نہ ہوگا۔ مگر وہ تو اب تک واپس نہ آسکے۔ اب وہ ایسی دُنیا میں پہنچ گئے جہاں سے لوٹ کر آنا ناممکن ہے۔

۱۹ - ۲۰ - گو ان کا ارادہ واپسی کا تھا مگر ارادۂ خداوندی ہر ارادے پر بھاری ہے۔ وہ جب کسی امر کے ہونے کا ارادہ فرمالے تو فورًا ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی سُستی اور ڈھیل نہیں ہوتی۔

۲۱ - ۲۲ - وصال کا مزا انھوں نے چکھا۔ اور ہر چیز فانی ہے۔ بقا صرف خدائے لم یزل کے لیے ہے۔

۲۳ - وہ ہدایت و روشنی کے ایک مینار تھے۔ انھوں نے ہر ایسی جگہ کو روشن کیا جس کے چہار اطراف ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہُوئی تھیں۔

۲۴ - جو مخلوق کہ رُو بہ ضلالت تھی اُس کو خیرِ کثیر عطا فرمایا جو کسی قیمت پر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

۲۵ - ۲۶ - وُہ شریعت و طریقت کے بہترین سنگم تھے اور اس طرح مجمع البحرین ہونا فضلِ خدا کے بغیر ممکن نہیں۔ اور اپنی بصارت و بصیرت کچھ کام نہیں آتی۔

۲۷ - میری روح ان پہ قربان ہو، گم کردہ راہوں کی رہنمائی کے لیے ان کی روش بڑی عمدہ تھی۔

۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - آپ روحانی مریضوں اور دل کے کوڑھیوں کو بڑی حکمت سے سرزنش فرماتے بُری جگہ مت جاؤ۔ خداوندِ رحیم کی طرف لوٹ آؤ، اس کی حمد میں رطب اللسان ہو کر۔ وہ تمھیں اپنا لے گا۔ اس کی بارگاہ میں جاکر یوں عرض کرو: اے عرشِ عظیم کے مالک! کرم گستری فرما اور ہمارے جرائم سے صرفِ نظر۔

۳۱ - جو ازرہِ غرور اعترافِ گناہ نہ کرے وہ سچ مچ ہلاکت میں پڑگیا۔

۳۲ - آپ کے رخِ تاباں سے ظلمتیں چھٹ گئیں اور آپ کی چمک سے عالم بقعۂ نُور ہوگیا

۳۳ - آپ نے اپنی تلوار سونت لی، امت کے ایک فرقۂ ملعونہ (قادیانیہ) کے خلاف جس کا امام ربوہ میں رہتا ہے۔

۳۴ - حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوّت؟ اِس عبارت کا بُرا ہو۔

۳۵ - مدعیٔ نبوت کے لیے ارتداد کی ہلاکت ہے۔

۳۶ - یہ ایک گمراہ فرقہ ہے، اس کا لیڈر بھی اپنی کج روی و زیغ باطنی سے ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں جاگِرا۔

۳۷ - او فسادی! تجھ پر خدا کی لعنت اور پھٹکار اے ملکۂ وکٹوریہ کے غلام!

۳۸ - اُس نے تجھے اپنے سائے میں پالا اور فریب اور دھوکے سے قبضہ جمایا۔

۳۹ - تجھے دکھائی اُس نے اپنے مال وجمال کی چمک اور فراوانی۔ اور تو فریب میں آگیا

۴۰ - اے اللہ! سخت گرفت فرما اور اس پہ دردناک عذاب نازل کر اور آفتوں میں جکڑبند کر۔

۴۱ - رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد، اور ختمِ نبوت کا تذکرہ، قربان اس لذت کے

۴۲ - آپ کی خانقاہ رائپور کے ایک خوش منظر چمن میں تھی جہاں میرے دل کا سکون و سرُور تھا۔

۴۳ - گلزارِ رحیمی کے اندر اور باہر بل کھاتی ہوئی نہریں، ان کا صاف شفاف پانی، اور روانیٔ آب! آہ کیسا پُر بہار ہوتا تھا۔ میں تو واقعی اسے جنّت سمجھتا تھا۔

۴۴ - وہ ایک آباد قصبہ ہے مگر اس کی ویرانی مجھے ٹھیس پہنچاتی ہے۔

۴۵ - وہ رو رہا ہے اس لیے کہ اس کے باغ کی زینت اب ہمیشہ کے لیے اس سے جدا ہوگئی۔

۴۶ - ہم آپ کے وجود کو مفاسد کے سدّباب کے لیے مضبوط قلعہ تصوّر کرتے تھے۔

۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - یہیں آپ کے پیر و مرشد حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم قدس سرّہ آرام فرما ہیں، جو علم و اخلاق میں بے نظیر، صفائے قلب و نظافتِ طبع میں بے مثل، جود وسخا اور مروت و مردانگی میں ممتاز، لطافتِ احساس میں طاق۔ ظرافت و شگفتگی میں یگانہ، ریاضتِ نفس اور عبادت و مجاہدہ میں انتخابِ روزگار تھے۔

۵۱ - ساری عمر اپنے شیخ کی محبت سے سرشار رہے اور آرزومند رہتے تھے کہ کاش مرنے کے بعد انھیں کی قبر مبارک میں یکجا آسودۂ خاک ہوتے۔

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

۵۲ - آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے مرشد سے جاملے اور جنت کے باغوں میں مسرّت و ابتہاج کے گہوارہ میں آرام فرما ہیں۔

۵۳ - کیا آپ اپنے محبِّ صادق حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (جانشینِ برحق) جو علم و فضل اور اخلاق و پرہیزگاری میں اپنی نظیر آپ ہیں، کے پاس لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟

۵۴ - کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے گھرانے کو شرفِ ملاقات نہ بخشیں گے؟

حنت الى روح المحبة مهجتي ١ فبكت واسبلت المدامع مقلتي
وغدت تذكرنا مجالسه التي ٢ تجري الرياح خلالها من روضة
باتت تحدث كي تعلل نفسها ٣ عن ذكره لزيادة في نشوة
وجرت حكاية هجره فتسلسلت ٤ عبراتها وطوت صحيفة عشرة
وشكت وما برحت تطيل صدوده ٥ عن مبتلى يشكو تطاول هجرة
ورأت معالمه الشريفة فانبرت ٦ تبدي النياحة تستلذ بنوحة
راحت تفتش عنه كل قليلة ٧ وجليلة من شيمة وخليقة
والشوق يبعث الشجى ويزيده ٨ لمتيم اضناه رزء قطيعة
ومرارة البين المقدر امره ٩ لو كنت تعلم حالتي وطبيعتي
لا يسكن المرء المعلق روحه ١٠ بحبيبه حتى يفوز بمنية
اجد الحيوٰة مريرة مختلة ١١ فالموت احسن من فراق احبة
بخياله سكن الفؤاد وناظري ١٢ بجمال طلعته وكم من لذة
وحكاية الهجر الطويل وسردها ١٣ مما يطول به البيان وقصتي
وكفاك بالايجاز ان طبيعتي ١٤ شغفت هواه وبالهامن علة
لم تخش فيه ملامة ومذلة ١٥ والحب يا من لا تحب جبلتي
انا مغرم بدلاله لا انتهي ١٦ عما اريد فيا ضياع نصيحة
وعد الحبيب رجوعه عن رحلة ١٧ سنحت له لمنية مقضية
لكنه ما عاد من سفر ولم ١٨ يمكن الينا عوده من رحلة
فارادة الله العزيز قضاءه ١٩ غلبت ارادته ومن لمشية
واذا قضى شيئا يكون ولم يكن ٢٠ لقضاءه المقضي وقفة لمحة
ذاق الممات وكل شيء هالك ٢١ من كان ذا روح بقيد منية
الا اله العرش يبقى وجهه ٢٢ فله البقاء وما سواه بهلكة
علم الهدى فانار كل مكانة ٢٣ غشيت جوانبها سحائب ظلمة
وأفاد خلقا في الضلالة وجهه ٢٤ خيرا كثيرا لا يسام بقيمة
ووجدته والله يشهد كاملا ٢٥ في الجمع بين شريعة وطريقة
مستصعب لولا عناية ربه ٢٦ لم يكف حسن بصارة وبصيرة
روحي فداه لقد رأيت طريقه ٢٧ لهداية الضلال انفع صورة

عبر وبصائر بوفاة الش... ١٣٨٢ھ

لعبد المنان بن المغفور له

وبحكمة يعظ البغاة منبها ٢٨ ان لا تخوضوا في مواقع ذلة
توبوا الى الله الكريم وسبحوا بحمده نادين قابل توبة
يا ايها الملك المعظم عرشه ٣٠ كرما ومغفرة وعفو خطيئة
من لم تقر بذنبه مستكبرا ٣١ فوربه هي زلة في زلة
وبنوره انقشعت عبا هن وانجلت ٣٢ بضياءه وتنورت من لمعة
سل الحسام لفرقة ملعونة ٣٣ في امة واما مها في ربوة
ومن العجائب ان بعد محمد ٣٤ دعوى النبوة يا شناعة جرأة
ومن ادعى بعد الرسول نبوة ٣٥ ورسالة فله بوار الردة
هي فرقة ضلت وضل امامها ٣٦ بسلوكه المعوج باعث حسرة
ولعنت يا اصل الفساد واسه ٣٧ تبت يداك ايا غلام مليكة
ربتك تحت ظلالها وتملكت ٣٨ بخديعة وترود اخذ رشوة
وارتك زهرة مالها وجمالها ٣٩ حتى اغتررت ولا تفي بعشيرة
يا ربنا خذهم وصب عليهم ٤٠ هون العذاب والقهم في شدة
يا لذتي، يا لذتي، يا لذتي ٤١ ذكر الرسول وذكر ختم نبوة
في رائپور كان مسكنه وفي ٤٢ حسن المناظر قرتي ومسرتي
انهارها تجري وصفوة ماءها ٤٣ كانت وكان وكنت احسب جنتي
هي بلدة معمورة لكنها ٤٤ بفراق عامرها تزيد اذيتي
تبكي وحق لها البكاء لانها ٤٥ فقدت بروضتها إمام أئمة
كنا نخال حياته ووجوده ٤٦ حصنا حصينا من مفاسد فتنة
فيها مقام حبيبه وضريحه ٤٧ عبد الرحيم بعيشة مرضية
في العلم والاخلاق ليس كمثله ٤٨ احد وفاق جميعهم في رتبة
من صفوة ونظافة وطهارة ٤٩ وسخاوة وفتوة ومروءة
ولطافة وظرافة ونزاهة ٥٠ ورياضة وعبادة في نخبة

...خ عبد القادر رائپوری قدس سرہ

العلامة عبد السبحان الدهلوی

قد كان يلزم حبه متمنيا ٥١ ياليت فى القبر المبارك ضجعتى
ظل الحبيب مفارقا ومودعا ٥٢ ويبيت فى غرف الجنان بفرحة
أفلا تريد الى محبك مرجعا ٥٣ عبد العزيز له مزية ميزة
أفلا تشرف اهل بيتك برهة ٥٤ يبكون حين راوك ساكن تربة
أفلا تشرفهم وتدرأ عنهم ٥٥ ما ساءهم بعد اللتيا واللتى
أفلا تعز مدارسا باقامة ٥٦ فيها وتشريف بواسع فرصة
أفلا تعز مظاهرا وامامها ٥٧ شيخ الحديث ذريعتى ووسيلتى
أفلا تقيم بها وتصلح حالها ٥٨ بدعائك الصباغ احسن صبغة
دار العلوم ترى قدومك عزة ٥٩ وترى قيامك عزة فى عزة
أفلا تشرفها وترحم اهلها ٦٠ كالواجد المكروب عند مصيبة
أفلا تشرف فضل احمد حبه ٦١ لك سابقا ادى رعاية صحبة
عبد العزيز بن المبارك صالح ٦٢ بلغ الكمال ونال رفعة نسبة
بجماله الصياد افئدة الورى ٦٣ عبد اللطيف يعيش صاحب رفعة
أفلا تعزهما وتسئل عنهما ٦٤ احوال قلب هائم متشتت
أفلا تشرف ندوة ومديرها ٦٥ من فرقة المحبوب ساكب دمعة
أفلا تشرف اسعدا وتعزة ٦٦ بلقائك الكشاف كل حقيقة
أفلا تشرف يوسفا ورفيقه ٦٧ يقفان حولك حاضرين بخدمة
كم بت عندهما وكنت تراهما ٦٨ أخوين قاما فى سبيل الدعوة
أفلا تعز جماعة بضيافة ٦٩ تاتيك حاملة لواء محبة
أفلا تعز زيارة يشتاقها ٧٠ زوارك الاتون مصلح أمة
أفلا تعز حواضرا وبواديا ٧١ مما اصابتهم صواعق فرقة
أفلا تعز ديارنا وبلادنا ٧٢ بوجودك السامى سما فضيلة
أفلا تعز اقلة واذلة ٧٣ رفقا بافئدة قست عن غفلة

أفلا تعز محافلا ومجالسا ٧٤ بجلوسك المكفول نفع برية
أفلا تشرف دورنا وبيوتنا ٧٥ بقدومك الميمون صاحب خلوة
أفلا تعز اخلة واحبة ٧٦ يا ساكن الجنات هل من عودة
أفلا تعز امامك المخدوم مسعود سعادته لغرة جبهة
أفلا تعز انيسك المحبوب كنت تحبه لكمال صدق مودة
أفلا تعز نفيسنا هو سيد ٧٩ من آل احمد فى جوار الرحمة
أفلا تشرف عبد من اخويدمك الضعيف وماله من قوة
انى لفى مرض وانت شفاءه ٨١ يا سيدى افلا تفرج غمتى
قد كنت مرجوا ولم ارك راضيا ٨٢ عن غيبة وقصدت نحو مغيبة
من اين اطلب دولة محمودة ٨٣ من حبه والحب اعظم دولة
من اين اطلب شعلة ارمى بها ٨٤ نفسى وسورتها واقطع حيلتى
فقد الرباط فقيده فبكى وابكى اهله فى جوفه من عبرة
وبفقده فقد المعارف ناديا ٨٦ مستصرخا يا خيبتى يا خيبتى
أفلا ترون به اقامة قانت ٨٧ فى حجرة نفسى الفداء لحجرة
فيها بذكر الله انوار بدت ٨٨ لجلوسه ومبيته فى ليلة
أفلا ترون دخوله وخروجه ٨٩ منها وجلسته باخصر مدة
ولقد ذكرت به كريما معطيا ٩٠ فى الجود والكرم المزيد كديمة
ولقد ذكرت به الندى متلازما ٩١ بيديه ينبى عن نجابة فطرة
ولقد ذكرت به الكلام ولينه ٩٢ أفهل يؤثر فى القلوب كلينة
ولقد ذكرت به السلام ورده ٩٣ من فيه مبتسما بحسن تحية
ولقد ذكرت به المراقب ربه ٩٤ فى خلوة وسروره فى جلوة
ولقد ذكرت به المدام وشربها ٩٥ يروى الغليل فما له من غلة
ولقد ذكرت به كانى فى جوى ٩٦ يشوى الحشا ويرض كاس معيشتى
لرزية حدثت وحادثة بدت ٩٧ بوفاته ما فوق كل بلية
فالصبر اجمل والعزاء مطابقا ٩٨ لطريقة مروية عن سنة
عضوا على سنن الرسول بناجذ ٩٩ كيلا يضل عدوكم وبهيمة
والصبر عين رضى الحبيب واجره ١٠٠ جنات عدن يا مواضع غبطة

۵۵۔ کیا آپ ان کے دلوں سے از خود پیدا کردہ ناگواری دُور نہ کرینگے۔
۵۶۔ کیا آپ مدارس میں قیام فرما کر اُن کی عزّت کو چار چاند نہیں لگائیں گے؟
۵۷-۵۸: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور اس کے رُوح و رواں، میرے مرشد و رہنما، امام الوقت حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی عزت افزائی نہ فرمائیں گے؟ اور وہاں کے طلبہ کے پیدا کردہ خلفشار کی روک تھام اپنی دعاءِ مستجاب سے نہ کرینگے؟
۵۹۔ دارالعلوم دیوبند آپ کے قدومِ میمنت لزوم کو سرمایۂ صد عزّت و افتخار سمجھتا ہے اور آپ کے قیام کو چند در چند عزّت خیال کرتا ہے۔
۶۰۔ کیا آپ اس کو شرف نہ بخشیں گے اور وہاں کے رہنے والوں پر ترحم نہ فرمائیں گے ان سب کی حالت دمِ رحلت قابلِ رحم تھی۔
۶۱۔ کیا آپ اپنے دیرینہ ساتھی مولانا فضل احمد صاحب کو عزّت نہ بخشیں گے جنھوں نے حقِ صحبت پورا پورا ادا کیا۔
۶۲-۶۳-۶۴: حضرت حافظ محمد صالحؒ کے نورِ نظر مولانا عبدالعزیز جو صاحبِ کمال اور صاحبِ نسبت ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی پیر جی عبداللطیف جو اپنی خوبیٔ اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو تسکار کرنے والے ہیں، عزّت بخش کر ان کی حال پُرسی نہ کرینگے۔
۶۵۔ کیا آپ ندوۃ العلماء اور اس کے مدیر مولانا سیّد ابوالحسن علی کو نہ نوازیں گے؟ جو فراقِ محبوب میں گریہ کُناں ہے۔
۶۶۔ کیا آپ جانشینِ شیخ الاسلام مدنی مولانا سیّد محمد اسعد کو اس زیارت سے نہ نوازیں گے جو کشفِ حقائق کی ضامن ہے۔
۶۷-۶۸: کیا آپ داعی الی الحق مولانا محمد یُوسف اور ان کے رفیقِ کار مولانا انعام الحسن کو مشرف نہ کرینگے جو دونوں آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ اور کتنی ہی راتیں آپ نے ان کے پاس گزاریں اور آپ ان دونوں کے متعلق خیال فرمایا کرتے تھے کہ یہ اللہ کے راستے میں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔
۶۹۔ کیا آپ محبت کا عَلَم اٹھائے ہوئے آنے والی جماعتوں کو اپنی ضیافت سے نہ نوازیں گے؟
۷۰۔ کیا آپ اپنے مشتاق زائرین کے شوقِ زیارت کو سیراب نہ فرمائیں گے؟
۷۱۔ کیا آپ شہری اور دیہاتی لوگوں کی ڈھارس نہ بندھائیں گے جن کو تیرے فراق کی چوٹ لگی۔
۷۲۔ کیا آپ ہمارے شہروں کو اپنے وجودِ بابرکت سے مشرف نہ فرمائیں گے؟
۷۳۔ کیا آپ نفس کے مارے لوگوں کو جو سراپا غافل ہیں، چھٹکارا دلا کر معزز نہ فرمائیں گے؟
۷۴۔ کیا ہماری مجلسیں آپ کے انفاسِ قدسیہ سے محروم رہیں گی؟
۷۵۔ کیا آپ ہمارے گھروں کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے رونق نہ بخشیں گے؟
۷۶۔ کیا آپ اپنے دوستوں کو عزت نہ بخشیں گے؟ اے جنّتوں کے باسی! کبھی لوٹو گے بھی؟
۷۷۔ کیا آپ اپنے امامِ صلوٰۃ سیّد مسعود علی آزاد کو سرفراز نہ فرمائیں گے جن کی سعادت بخت پر اُن کی روشن اور کشادہ پیشانی گواہ ہے۔
۷۸۔ کیا آپ مولانا انیس الرحمٰن کو عزت نہ بخشیں گے جو آپ کی محبت میں راسخ القدم ہیں
۷۹۔ کیا آپ ہمارے نفیس صاحب کو سرفراز نہ فرمائیں گے جو سیّد آلِ رسُول ہیں جن پر خدا کی رحمتیں نچھاور رہتی ہیں۔
۸۰۔ کیا آپ اپنے ضعیف و ناتواں خادم عبدالمنّان کو معزز نہ فرمائیں گے؟
۸۱۔ میں مریض ہوں اور آپ شفا بخشنے والے، اے میرے آقا، کیا میرے غم کا مداوا نہ ہوگا۔
۸۲۔ آپ میری اُمیدوں کی آماجگاہ تھے۔ میں آپ کی غیبت پر راضی نہ تھا، اور آپ نے پردے میں منہ چھپا لیا۔
۸۳۔ محبت کی دولت کہاں سے لاؤں۔ درحقیقت محبت بڑی دولت ہے۔ اللہ دے بندہ لے
۸۴۔ اب میں وُہ آگ کا شعلہ کہاں تلاش کروں جو نفسِ سرکش کی خباثت کو بھسم کر دے اور مکر و حیلہ کو کاٹ دے۔
۸۵۔ خانقاہ رائپور اپنے شیخ کو کھو کر خود سوگوار ہے اور دُوسروں کیلئے سرمایۂ عبرت
۸۶۔ خانقاہ علوم و معارف سے محروم ہوگئی اور زبانِ حال سے پکار رہی ہے کہ ہائے میری محرومی، وائے میری محرومی!!
۸۷۔ گلزارِ رحیمی رائپور کے ایک گوشے میں کیا تم نے "رجلِ قانت" کی خلوت گزینی نہیں دیکھی
۸۸۔ عجیب کمرہ تھا وہ جس میں حضرت اقدس کے دن رات سکونت پذیر ہونے سے ہمہ دم انوار کی بارش ہوتی تھی۔
۸۹۔ ان کا اس کمرہ سے آنا جانا بھی یاد ہے اور تھوڑی دیر کیلئے باہر بیٹھنا بھی۔
۹۰۔ آہ ان کی سخاوت اور جود و کرم مجھے یاد آگیا جو بارش کی طرح بہتا تھا۔
۹۱۔ یہ شرافت و نجابت اور اعلیٰ انسانیت کا عجیب مظاہرہ تھا۔
۹۲۔ مجھے یاد آئی آپ کی نرمیٔ گفتار جو دلوں میں اُتر جاتی تھی۔
۹۳۔ وُہ آپ کا سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا خندہ پیشانی کے ساتھ یاد ہے۔
۹۴۔ خلوۃ میں حق تعالیٰ سے راز و نیاز اور جلوۃ کی بشاشت یاد ہے۔
۹۵۔ وُہ آپ کا صبح و شام تشنگانِ رشد و ہدایت کو جام پہ جام دینا جس سے تشنگی بھی کم ہو اور دل محظوظ و لذت یاب!
۹۶۔ آپ کی یاد نے میرے اندرون کو جلایا اور پیمانۂ حیات توڑ ڈالا۔
۹۷۔ یہ سب کچھ اس عظیم حادثے کے سبب رونما ہوا، جو آپ کی وفات سے پیش آیا۔ ایسا حادثہ دیکھنے میں نہیں آیا۔
۹۸-۹۹-۱۰۰: صبر و شکیب ہی ایسے موقع پر سنتِ خیر الامم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس دورِ فتنہ آشوب میں سنت سے چمٹا رہنا ہی عبادت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

تاریخِ وصال

از
نفیس غفرلہٗ لاہور

چُوں حضرتِ شیخ شاہِ عبدُالقادرؒ　　در شوق بفردوسِ بریں رخت نہاد
تاریخِ وصال باغم و درد نفیس　　بنوشت: "گزشت آہ قطب الارشاد"
۱۳۸۲

۱۶ر اگست ۱۹۶۲ء بروز پنجشنبہ، بوقت چاشت مطابق ۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ

واقعۂ شہادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ایم عبدالرحمٰن لدھیانوی
شیخوپورہ

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا کا نام ہاشم تھا جن کی اولاد بنی ہاشم کہلاتی ہے ہاشم اور عبدالشمس توام پیدا ہوئے۔ دونوں کو قدرت نے اس شان سے پیدا کیا کہ ماں کے پیٹ سے ان دونوں بچوں کی پیشانیاں جڑی ہوئی تھیں پیدا ہونے کے بعد ہرچند کوشش کی گئی کہ ان دونوں کی پیشانیاں علیحدہ علیحدہ ہو جائیں مگر ممکن نہ ہوا آخر تلوار سے دونوں کے ماتھے جدا کئے گئے بڑے گھرانے کے دو فرزندوں کا توام پیدا ہونا اس بات کو ظاہر کرتا تھا کہ دونوں بھائیوں کی اولاد اپنے مافی الضمیر کو ہمیشہ تلوار سے تسلیم کرائے گی۔ عبدالشمس کی اولاد بنو امیہ کے لقب سے مشہور ہوئی اور وہ فطری اثر رونما ہو کر رہا بنو ہاشم اور بنو امیہ میں ہمیشہ رقابت رہی۔ ہاشم نہایت صاحب اقتدار اور سخی رہے۔

حضور سرورِ عالمؐ کے ساتھ بنو امیہ کا اختلاف برابر اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ ابوسفیان بن حرب مشرف بہ اسلام نہ ہوئے ابوسفیانؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں قبیلے شیر و شکر ہو گئے یہ سلسلہ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہدِ خلافت تک رہا مگر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں پھر بنو امیہ اور بنو ہاشم کا سوال پیدا ہو گیا۔ واقعہ شہادت امام حسینؓ اسی خاندانی رقابت کی ایک سرخی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ خاندان بنو امیہ کے ذی مرتبہ فرد ابوسفیانؓ ابن حرب کے فرزند ہیں۔ امیر معاویہؓ فتح مکہ سے چند ماہ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جنگ حنین میں شریک ہوئے۔ کتابت وحی کی خدمت دربارِ رسالت سے تفویض ہوئی آپ نے ایک سو تریسٹھ ۱۶۳ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ آپ ہوشیاری، علم، دانائی اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور زمانہ تھے۔ آنحضرتؐ نے امیر معاویہؓ کی نسبت فرمایا ہے کہ الٰہی معاویہ کو ہادی و مهدیاً (ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا) کر دے۔

جس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ بھی اپنے بھائی یزید بن ابوسفیان کے ہمراہ شام کے ملک میں چلے گئے جب یزید بن ابوسفیان کا انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ان کا تقرر کر دیا پھر حضرت عمرؓ نے بھی آپ کو قائم رکھا اور حضرت .... عثمان رضؓ کے زمانہ میں یہ تمام ملک شام پر حاکم مقرر ہو گئے اس حساب سے آپ بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے ــــ حضرت امیر معاویہ رضؓ کو پہلے دمشق کی حکومت سپرد کی گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ کا حُسنِ تدبّر

حضرت امیر معاویہؓ عرب کے تین بڑے سیاست دانوں اور مدبّروں میں سے ایک ہیں آپ بذاتِ خود اعلیٰ صفات و کمالات کے مالک تھے۔ بہترین حکمران تھے۔ تمام لوگوں کو راضی خوشی رکھنے میں آپ کو کمال حاصل تھا آپ زیادہ تر بنو مغیرہ کے حامی اور بنو ہاشم کے مخالف تھے مگر اس حمایت اور مخالفت کو بڑی خوبصورتی سے اپنے سیاسی کمال میں تبدیل کر لیتے تھے آپ کے حسن تدبیر کا کمال یہ ہے کہ آپ نے دونوں قبیلوں میں توازن قائم رکھا اور ایک کو دوسرے پر ظلم کرنے نہ دیا۔ آپ کے زمانہ میں خوب فتوحات ہوئیں۔ الغرض آپ کا مذکورہ بالا خصوصیات کی بنا پر بہترین زمانہ کہلایا جا سکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے یزید کو بعض ملی مصالح کی بنا پر اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا اور یزید ملکی امورات پر حاوی ہو چکا تھا ۲۲ رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید بلا کسی اختلاف کے بادشاہ بن گیا یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی پہلی کوشش یہ کی کہ وہ تمام افراد جنہوں نے اس کے باپ کے سامنے اس کی بیعت سے انکار کیا تھا اب اس کی بیعت کر لیں۔ چنانچہ اس نے عمال کے نام فرمان جاری کئے جن میں حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال اور اپنے جانشین ہونے کی اطلاعات تحریر کیں۔

ہر ایک گورنر کو لکھا کہ اس کی خلافت پر عام بیعت لی جائے۔ گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو خاص طور پر لکھا کہ مدینہ میں بلا توقف حسین بن علی رضؓ عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن زبیرؓ سے ہر امکانی تدبیر کے ساتھ بیعت لی جائے۔ جس وقت ولید عامل مدینہ کو قاصد نے یہ خط دیا۔ مروان بن حکم موجود تھا چنانچہ ولید نے اس سے بیعت کے متعلق رائے طلب کی، مروان نے کہا اسی وقت ان اشخاص کو بلا کر ان سے یزید کی بیعت لے لی جائے اگر وہ رضامندی سے بیعت کر لیں تو خیر ورنہ ان اشخاص کو قتل کر دیا جائے امام حسینؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ دنیا اور مال کی تمنا ہے نہ بادشاہت اور حکومت کی خواہش ہے ہم یزید سے کیونکر بیعت کر سکتے ہیں جبکہ وہ اس کا اہل نہیں اور ہم آل اطہار رسولؐ پروردگار ہیں۔

حضرت امام حسینؓ خاندان نبوت کے چشم و چراغ گلشن زہرا کے سدا بہار پھول تھے جو رسول اللہؐ کے دوش مبارک کے سوار تھے جن کی نسبت آپؐ فرماتے کہ اے اللہ! میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ، منبر سے اُتر کر آغوش میں لے لیتے۔

حضرت امام حسینؓ مدینہ میں سکونت پذیر تھے وزیر نے ان کو طلب کیا۔ آپ کو اس معاملہ کی پہلے ہی اطلاع تھی تیس۳۰ مسلح جوان ہمراہ لے کر اس کے پاس گئے اس نے وہی حکمنامہ آپ کو سنایا، امام صاحب نے جواب دیا کل تم جب مسجد میں حضرت معاویہؓ کی وفات اور یزید کی جانشینی کا اعلان کرو گے اس وقت جیسا مناسب ہوگا میں جواب دوں گا۔ ولید تو یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ مگر مروان نے جو اس موقعہ پر وہاں موجود تھا ولید سے کہا کہ امام کو اسی وقت روک لینا چاہیئے۔ ورنہ پھر ایسا موقعہ نہیں ملے گا۔ امام صاحب اس کے تیور پہچان گئے اور آپ کے ہمراہیوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔ ولید یہ دیکھ گھبرایا اور امام صاحب وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے ــــ

آپ نے رات روضہ اقدس میں بسر کی، خواب میں سرورِ عالمؐ کو دیکھا کہ آپ نے سینہ سے لگایا اور فرمایا عنقریب تم تشنہ لب شہید ہو گے اور بہشت میں بہت سے ایسے درجے ہیں، جو بغیر شہادت تم حاصل نہیں کر سکتے دوسرے دن آپ نے مدینہ منورہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور مکہ معظمہ کو کوچ کرنے کی تیاری کر لی۔ شعبان کے اوائل میں آپ مع خدام وحشم و عزیز و اقارب مکہ معظمہ میں آ گئے رمضان، شوال اور ذی قعدہ امن و امان سے یہاں بسر کئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ضروریات ملکی کی وجہ سے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا تھا یہاں کے لوگ اگرچہ نہایت بے وفا اور حیلہ باز مشہور ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کے خاندان سے ایک حد تک عقیدت کا اظہار کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ پھر ان کے خاندان میں خلافت آ جائے حضرت معاویہؓ کے حسن تدبیر اور سطوت سے وہ خاموش تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ہی انہوں نے ریشہ دوانی شروع کی۔ حضرت امام حسینؓ کو متواتر خطوط لکھے کہ آپ مکہ معظمہ سے فوراً کوفہ تشریف لے آئیں اور یہاں آ کر اپنی خلافت کا اعلان کر دیں۔ تمام سامان آپ کو تیار ملے گا سپاہ کی کمی نہیں سارا کوفہ آپ کا ساتھ دے گا بچہ بچہ آپ پر قربان ہونے کو تیار ہے۔ ہم یزید اور اس کے خاندان کا تختہ الٹ دیں گے۔ رئیسان کوفہ کے تقریباً تین سو خطوط اسی مضمون کے آپ کی خدمت میں پہنچے قیس بن عمر اور محمد بن حمیر ان سب کے سرگروہ تھے ان خطوط

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ۱۰ رمئی ۱۹۶۳ء

فضائلِ جمعہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند

مرتبہ:- خالد سلیم، بی ایس سی، بی ایڈ طالب علم (ایم اے) ریاضی

(دوسری قسط)

پھر جو فرمایا گیا ہفتے میں ایک دن یعنی جنتی تمہارے یہاں ایک ہفتے کی مسافت و مدت ہوتی ہے اتنی مدت کا حساب لگالو کہ اتنے اتنے وقفے کے بعد دربارِ خداوندی منعقد ہوگا۔ وہ ہفتے میں ایک بار سمجھ لیجئے۔ اس لمحہ کا نام رکھا گیا مزید۔ دنیا میں ساتویں دن کا نام یوم مزید رکھ دیا۔ جو نمونہ ہے جنت کا دنیا میں۔ اس لئے اس کو سید الایام فرمایا کہ یہ سب سے پاکیزہ سب سے بڑا دن ہے اور بہترین دن۔ جتنے بھی عظیم واعظم امور ہیں۔ وہ اسی دن میں ظاہر ہوئے۔ فرمایا گیا۔

فِیۡہِ جُمِعَ طِیۡنُ آدَمَ

یہ جمعہ کا دن اس کا مادہ ہے جمع۔ جامعیت کی شان جمع میں موجود ہے منتشر چیزوں کو ایک جگہ جمع کر دینا بکھری ہوئی چیزوں کو ملا دینا۔ یہ ہے مادہ جمعہ کا تو جتنی بھی منتشر چیزیں تھیں بڑی بڑی وہ جمع کی گئیں اس دن میں — (آدم علیہ السلام کی مٹی جو پوری زمین سے لی گئی وہ جمعہ کے دن میں ہی جمع کی گئی اور ان کا پتلا بنایا گیا۔ حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام جس دن جنت میں داخل کئے گئے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ جنت سے زمین پر لائے گئے وہ بھی جمعہ کا دن تھا۔

صحفِ آدم اتارے گئے آسمانوں سے وہ بھی جمعہ کے دن مٹی جمع کی گئی وہ بھی جمعہ کے دن۔ پیدا کئے گئے۔ آدم علیہ السلام وہ بھی جمعہ کے دن جیسی کہ تفسیر قرآن کریم میں تبلائی گئی اور احادیث میں زیادہ شرح ہے کہ چھ دن میں اللہ نے ساری کائنات کو تیار کیا اور اس کے چھ دن تمہارے چھ ہزار سال کے برابر ہیں۔

دیوم عند ربك كالف سنة مما تعدون ٥

تو چھ ہزار برس میں کائنات تیار ہوئی گویا اتوار سے بننی شروع ہوئی اور جمعہ پر ختم ہوئی۔ اور اس میں زمین بچھائی گئی۔ پھر آسمان بنائے گئے پھر زمین میں قوتیں رکھی گئیں۔ پھر جمادات و نباتات پیدا کئے گئے۔ پھر آسمانوں میں ستارے پیدا کئے گئے۔ اس کی تفصیلات آئی ہیں۔ ساری کائنات جب بن کر تیار ہوگی تو جمعہ کے دن آخری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا۔ یہ زمین کا فرش بچھایا گیا۔ آسمان کا خیمہ تانا گیا چاند اور ستاروں کے ہنڈے لٹکائے گئے۔ دریا جاری کئے گئے۔ غذائیں جمع کی گئیں یہ کس کے لئے تھیں

وَاِنَّ الدُّنۡیَا خلقت لَکُمۡ وَاِنَّکُمۡ خلقت لِلۡاٰخِرَۃِ ——

ساری دنیا انسان کے لئے بنائی گئی۔ انسان معبود کے لئے بنایا گیا۔ جب کسی کو آپ مہمان بلاتے ہیں۔ تو پہلے آپ کوئی کوٹھی منتخب کرتے ہیں۔ تو وہاں مہمانداری کا سامان کرتے ہیں۔ کھانے کا پینے کا رہائش کا۔ جب سب مہیا ہوتا ہے تب کہتے ہیں کہ تشریف لائیے — مہمان آتا ہے۔ ساری چیزیں اس کے استعمال میں آتی ہیں۔ تو آدم ساری کائنات کا پھل ہے ان کو لانے سے پہلے پوری دنیا مکمل کر دی گئی۔ زمین کو فرش بنا دیا گیا۔ آسمان کو چھت بنا دیا گیا۔ سورج اور چاند کے ساری چراغ لٹکائے گئے تاکہ روشنی ہو۔ اور پھر عجیب طریقے سے زمین کو گودام بنا دیا کہ اس میں غذائیں نکل رہی ہیں۔ زمین کو واٹر ورکس بنا دیا کہ جس میں سے پانی بھی نکل رہا ہے۔ زمین کو ایک صندوق بنا دیا جس میں سے لباس بھی نکلتے چلے آرہے ہیں۔ تو زمین ذخیرہ ہے ساری ضروریات کا۔ زندگی کا بھی اور موت کا بھی اسی سے پید ہوتا ہے۔ آدمی اس میں کھپ جاتا ہے

منها خلقنكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة اخرى

تو زمین ہماری قرارگاہ بھی ہے، ہماری موت گاہ بھی ہے۔ ہماری دنیا بھی ہمارا برزخ بھی ہے۔ ساری چیزیں زمین میں جمع کر دی گئیں۔ غذائیں مہیا کیں۔ ضروریات مہیا کیں۔ اس کے بعد آخیر میں لائے آدم، تو جمعہ کا دن تھا۔ آخری ساعت تھی۔ کہ جس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ اسی واسطے فرمایا گیا۔ کہ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ہی ایک ساعت ہے۔ کہ وہ اگر کسی سے گزر جائے جو دعا مانگتا ہے یقیناً قبول ہوتی ہے اس ساعت میں

تو علما لکھتے ہیں۔ کہ یہ وہی ساعت ہے کہ جس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش عمل میں آئی۔ تو جتنے اعظم امور ہیں۔ بڑے بڑے امور ہیں۔ سب اسی دن واقع ہوئے ہیں۔ آدم کی پیدائش آدم کی مٹی کا جمع کرنا آدم کو دنیا میں اتارنا۔ تو آدمی سے کوئی خاص مناسبت اس دن کو ہے۔ اور ایام بھی انسانوں کے لئے ہیں۔ مگر جمعہ کے دن ولادت اور موت و حیات و جمعیت جنت میں گئے تو عجیب نزول ہوا۔ دنیا میں آئے تو صورتاً نزول ہوا۔ حقیقتاً وجوب ہوا اس لئے دنیا میں نہ آتے۔ تو خلافت نہ پاتے۔ ظاہر میں تو نیچے اتارے گئے اور حقیقت میں اس عمل گاہ کے ذریعے سے جب عمل کرنے شروع کئے انسان کے تو بڑے بڑے مراتب اور درجات بلند ہوئے۔ تو معنوی طور پر بلند ہوا انسان، ظاہری طور پر اسے نیچے اتارا گیا۔ تو وہاں کھلا ہوا حسی ورود تھا۔ یہاں حسی نزول، معنوی خلافت کا تاج رکھا گیا۔ انبیاء پیدا ہوئے۔ اولیاء پیدا ہوئے علمائے ربانی پیدا ہوئے۔ ہر ایک کے جوہر ظاہر ہوئے۔ کسی کے دل میں علم و حکمت تھا۔ وہ نمایاں ہوا، کسی کے دل میں کمالات باطن تھے وہ نمایاں ہوئے۔ تو دنیا مظہر ہے۔ کمالات کے ظہور کا۔ دنیا نہ ہوتی تو ظہور نہ ہوتا کمالات کا — جنت میں اگر یہ ساری اولاد پیدا ہوتی۔ تو بادشاہوں کی طرح بسر کرتی — رات دن کھاتے اور پیتے عیش اڑانے میں لگے رہتے۔ لیکن دنیا میں لاکر مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ تاکہ ان مصائب کے توڑ اور دفعیہ کے لئے اندر سے جوہر نمایاں ہوں۔ مصیبت رکھی گئی تاکہ دفاع کی طاقتیں کام میں آئیں۔ نصیحتیں رکھی گئیں تاکہ ہر بندے کے کام میں آئیں اور شکر کا ظہور ہو۔ اقوام کو اقوام کے مقابلہ پر ڈالا گیا تاکہ شجاعتوں کا ظہور ہو۔ صبر و تحمل کا ظہور ہو۔ جنت میں نہ جنگ ہوتی نہ لڑائی ہوتی، نہ دفعیہ کی تدبیریں سوجھتیں، نہ صبر و تحمل کام آتا۔ تو بہت سے جوہر چھپے ہوئے رہ جاتے انسان کے — دنیا کو ان کے لئے ظہور گاہ بنایا گیا۔ تو آدمؑ ظاہراً تو جنت سے نیچے اتارے گئے نزول ہوا حقیقت میں عروج ہوا — کہ کمالات کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ جب تک دنیا میں نہ آئیں۔ قیامت بھی قائم ہوگی تو جمعہ کے دن ہوگی۔ جس میں اولین آخرین جمع کئے جائیں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے میں جامعیت کا ایک مادّہ موجود ہے مٹی بکھری ہوئی تھی آدم کی وہ جمع ہوگئی یوم جمعہ میں۔ کمالات چھپے ہوئے تھے۔ وہ جمع ہوکر نمایاں ہوگئے جمعہ کے دن — آدم کو اتارا گیا۔ قیامت قائم ہوگی۔ تو کروڑوں اربوں انسان چھپے پڑے ہونگے زمینوں میں۔ لیکن اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر جمع ہوں گے۔ میدان محشر میں جمع ہوں گے جمعہ کا دن انہیں جمع کر دے گا تو غرض اس میں

جامعیت کی شان ہے ۔۔ تو دنیا میں جمعہ لایا گیا تاکہ انسان تمثیلی طور پر جیسے اس کی چیزیں جمع ہوتی ہیں ۔۔

وہ اپنے ارادے سے جمعیت کی شان پیدا کرے اپنے اندر یعنی جمع ہونا سیکھیں لوگ۔ قلوب کی یکسانی سیکھیں۔ قلوب کا میل ملاپ اور اتحاد سیکھیں اختلاف سے بچیں، گروہ بندیوں سے بچیں۔ اس کے لئے نمونہ بنا دیا گیا جمعہ کو ۔۔ شکلیں مختلف عقلیں مختلف۔ رنگ مختلف مگر سب اگر جمع ہو جاتے ہیں جمعہ کے اندر ۔۔ دیہات کے بھی قصبوں کے لوگ اور محلوں کے بھی ایک جگہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں ۔۔ تو باوجود اختلاف مذاق کے پھر ان میں وحدت پیدا ہے یہ جمعہ ہی کی برکت تھی۔ تو جب ہفتہ میں ایک دن جمع ہونا سیکھ لیا۔ تو بقیہ ایام میں بھی ان کے لئے جمع ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ ان میں خو پیدا ہو جاتی ہے اجتماع کی۔ جمعہ کا دن اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے کہ باہمی میل ملاپ اور محبت پیدا ہو۔ باہمی یگانگت پیدا ہو اتحاد باہمی ہو تمہارے اندر مگر اس کا ذریعہ کیا ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا

اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ امام دیتا ہے وہ قرآن پڑھتا ہے نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ اللہ کی رسی ہے جس کو پکڑنے کے بعد آدمی اوپر پہنچے گا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن اللہ کی ایک رسی ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک لٹکا دی گئی۔ کہ جس نے مجھ تک آنا ہو۔ اس رسی کو مضبوط تھام لے۔ جب ہم رسی کھینچیں گے جو اس میں لٹک جائے گا۔ وہ لٹک کر ہم تک پہنچ جائے گا۔ شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں۔ کہ یہ آسمانوں سے نیچے کی جگہ ۔۔۔ کا سارا علاقہ جس میں ساتوں زمینیں شامل ہیں یہ سب جہنم کا علاقہ ہے۔ قیامت کے دن اسی میں جہنم تپے گا۔ اسی میں آگ، اسی میں وہ سانپ اور بچھو۔ اور اسی میں وہ سارے عذابات ہوں گے تو ہم اور آپ گویا اس وقت جہنم میں موجود ہیں ۔ قرآن کی رسی ٹانگ دی گئی۔ کہ جسے نکل بھاگنا ہو اس جہنم سے ۔ وہ ہماری رسی کو پکڑ لے مضبوطی سے۔ جو نہیں پکڑے گا رسی کو۔ اسے جہنم میں بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود بخود موجود ہے جہنم کے اندر۔ اس کے نکالنے کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہ اللہ کی رسی ہے۔ وہ رسی ٹوٹ نہیں سکتی۔ ہاں البتہ چھوٹ سکتی ہے۔ اگر کوئی مضبوط نہ پکڑے اسے تو ٹوٹنے والی تو ہے نہیں۔ لیکن امکان ہے چھوٹنے کا۔ تو پوری قوت کے ساتھ اس کو مضبوط تھام لیا جائے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا ۔۔

تو غرض اس جمعہ کے اندر یہی قرآن پڑھا جاتا ہے پورے شہر کے آگے تاکہ وہ پیغام خداوندی سن کر اس سے وابستہ ہوں اور اجتماعی شان پیدا کریں اپنے اندر ۔۔ تو جمعہ کا دن گویا عبرت اور موعظت بھی ہے اور جمعہ کا دن ایک امتحان بھی ہے۔ اور یہ امت مرحوم کامیاب ہوئی ہے جمعہ کی وجہ سے۔ امتحان میں کامیابی کی فضیلت اس کو ملی ہے۔ جمعہ کی وجہ سے - حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ اللہ نے اقوام کا امتحان لیا۔ یہود سے کہا کہ تم ایک دن منتخب کرو۔ عبادت کے لئے۔ ہمارے علم میں متعین ہے۔ لیکن ہم تمہیں جانتے ہیں۔ کہ تم خود متعین کرو۔ دیکھیں تم اس دن تک پہنچتے ہو یا نہیں ہمارے علم میں متعین ہے۔ تو کہا گیا یہود سے کہ ایک دن منتخب کرو۔ عبادت اور قرب الٰہی کے لئے منتخب کرو ۔۔

انہوں نے یوم السبت مقرر کیا شنبہ کا دن کہ شنبہ کے دن کوئی کام مت کرو۔ بجز طاعت و عبادت کے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جب یہودی آئے تھے تو آپ نے فرمایا، کہ یوم سبت کا احترام کرو اے یہودیو! جب دعویٰ کرتے ہو کہ وہ مقدس دن ہے تو اس کی تقدیس کرو۔ تو بہرحال یہود نے منتخب کرلیا۔ اپنی عبادت کے لئے شنبہ کا دن۔ نصاریٰ سے کہا گیا کہ تم بھی طے کرو ایک دن۔ ہمارے علم میں طے شدہ ہے۔ دیکھتے ہیں تم پہنچتے ہو یا نہیں۔ نصاریٰ نے اتوار کا دن تجویز کیا عبادت کے لئے۔ اسی میں ان کے لئے عبادت فرض کر دی گئی۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ تم بھی ایک دن منتخب کرو۔ اور ہمارے پیغمبرؐ نے جمعہ کا دن منتخب کیا۔ تو فرمایا۔ یہی ہمارے علم میں طے شدہ تھا۔ تو اس امت کو مناسبت دی گئی وحی خداوندی سے۔ اب پوری امت قائم مقام ہے اپنے پیغمبرؐ کی۔ جو اللہ کے علم میں طے تھا۔ وہی پالیا جیسے حضرت عمرؓ کی فضیلت بیان کی گئی۔ پچھلی امتوں میں کچھ محدث ہوتے تھے۔ جن سے حق تعالےٰ کلام فرماتا۔ میری امت میں وہ حضرت عمرؓ ہیں ۔۔ فرمایا گیا کہ جدھر عمرؓ گھومتے ہیں۔ حق بھی ادھر ہی کو گھوم جاتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جدھر حق گھومتا ہے۔ عمر گھومتے ہیں۔

گویا اس درجہ سراپا صدق اور حق بن چکے ہیں۔ فاروق اعظمؓ۔ کہ جدھر وہ گھومتے ہیں۔ حق بھی ادھر گھوم جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۲، ۱۳ مسئلوں میں جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔ وہی وحی اتری آسمان سے۔ اس لئے آپ نے فرمایا

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ

اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی۔ اور میرے بعد کوئی نبی آتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ لیکن چونکہ نبوت نہیں باقی دنیا میں۔ اس واسطے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ مگر صلاحیت ہے عمرؓ میں۔ کہ وہ بنائے جاتے نبی اگر آنے والا ہوتا نبی دنیا میں۔ یعنی ان کے ذوق کو مناسبت تھی ذوق نبوت سے۔ اُن کے ذوق کو مناسبت تھی وحی سے۔ رائے وہ قائم کرتے تھے۔ کہ جس پر وحی آنے والی ہوتی تھی۔ تو وحی اُن کی معاون بن کر اترتی تھی مخالف بن کر نہیں اترتی تھی۔ تو حضرت عمرؓ کے فضائل میں سے یہ عظیم فضیلت ہے کہ اُن کے ذوق کو کامل مناسبت تھی تشریع سے۔ اور وحی خداوندی سے تو مجموعی طور پر یہ امت مل کر قائم مقام ہے اپنے پیغمبر کی۔ مجموعہ امت میں ایک خاص ذوق ہے نبوت کا کہ انبیاء علیہم السلام کی قائم مقام ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم شریعت ح لے کر آئے۔ اس امت نے اجتہاد سے وہ مسائل قرآن و حدیث سے نکالے۔ اور ایک (۔۔۔) اور قانون کی شکل بنا کر پیش کئے۔ کہ پہلے وہ مسائل نہیں تھے ۔۔ اس امت کے مجتہدین کے علم میں آئے تو اُنہوں نے قرآن سے نکال کر پوری شریعت کو گلدستہ بنا کر پیش کر دیا ۔۔ تو اگر پیغمبر پر وحی اُتری تھی۔ تو اس امت کے مجتہدین پر الہام ربانی منکشف ہوا۔ وہ اصلی شریعت لے کر آئے۔ انہوں نے اس شریعت میں سے شریعت وضع کی۔ تو گویا قائم مقام ہو گئے پیغمبر کے کہ جیسے پیغمبر لائے تھے۔ اس امت کے مجتہدین بھی شرائع لے کر آئے۔ اور شریعتیں پیش کیں مگر وہ ۔۔۔ شریعتیں نقل تھیں اصل شریعت میں سے اس واسطے علماء لکھتے ہیں کہ القیاس مظہر لا مثبت۔

مجتہد جو قیاس کر کے اجتہاد کرتا ہے۔ تو قیاس ثابت نہیں کرتا کسی مسئلہ کو بلکہ ظاہر کر دیتا ہے۔ مسئلہ ثابت شدہ ہے پہلے ہی شریعت میں مجتہد کا اجتہاد اُسے نکال لاتا ہے۔ شریعت کے اندر سے ہم میں اور آپ میں وہ فہم نہیں کہ ہم نکال لیں۔ مجتہدین کو وہ فہم دیا گیا۔ کہ وہ نکال کر پیش کر دیتے ہیں۔ تو بالکل ایسے ہی مثال ہے کہ جیسے کنواں ہے۔ پانی بھرا ہوا ہے۔ اس میں۔ مگر ڈول رسی جس کے ہاتھ میں ہے۔ وہی نکالے گا پانی۔ تو گویا مجتہد کا اجتہاد بمنزل ڈول رسی کے ہیں کہ وہ لے کر اپنی قوت سے کھینچتا ہے اور پھر پانی کو نالیوں میں نہروں میں، جنگلوں میں بہا دیتا ہے۔ جس سے کھیت سیراب ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری لائی ہوئی شریعت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے آسمان سے شدید قسم کی بارش اتری اور موسلا دھار پانی برسنا شروع ہوا زمین پر آکر پانی پڑا۔ تو فرمایا کہ زمین کے ۳ حصے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا نہایت پاکیزہ نہایت عمدہ تھا۔ کہ اُس نے پانی کو جذب کیا اور جذب کر کے طرح طرح کے پھل اور پھول چمن اور رنگ برنگ کے باغ نکالے اور دنیا

بقیہ اداریہ قیادتِ پاکستان

(۴) حفاظتِ مملکت کے لئے ایک طاقتور فوج ہو ـــــ

(۵) عوام میں جذبۂ قومیت و وطنیت راسخ ہو وہ کہتا ہے کہ پہلی دو چیزوں کو ترک کیا جا سکتا ہے مگر تیسری چیز کو جو قوم چھوڑ دے گی وہ زندہ نہیں رہ سکتی ـــــ لہٰذا سب سے ضروری اور اہم کام یہ ہے کہ عوام کے دل و دماغ میں جذبۂ حب الوطنی کو راسخ کیا جائے ـــــ

(۶) معاشی ناہمواری کو دور کیا جائے کہ بہت سے جرائم اس کی کوکھ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۷) عوام میں جذبۂ انسانیت کو بیدار کیا جائے اور ان کو باور کرا دیا جائے کہ ـــــ

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

چنانچہ کسی انسان کو محض غربت و افلاس کی بنیاد پر حقیر تصور نہ کیا جائے ان تمام ضروریات کو عملی رنگ دینے کے لئے لازم ہے کہ قائدین خلوصِ نیت سے سرشار ہو کر میدان میں آئیں مختلف شعبہ جاتِ زندگی کے ماہرین اور علماء کرام میں ربط و ضبط اور میل جول کے مواقع بکثرت مہیا کئے جائیں۔ علوم جدیدہ کو علوم اسلامیہ کے مطابق ڈھالنے کی غرض سے اور غیر اسلامی چیزیں ترک کرنے کی خاطر مجالس مذاکرہ منعقد کرائی جائیں، عوام، سرکردہ لوگوں، ارباب اقتدار اور کارندوں میں باہمی میل جول کی صورتیں پیدا کی جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے مسائل اور مشکلات کو آسانی سے سمجھ سکیں اور ملکی ترقی میں وہ ایک دوسرے کے دست و بازو و ثابت ہوں۔

بقیہ خطبہ جمعہ قاری محمد طیب مدظلہ

کو باغ و بہار بنا دیا۔ ایک ٹکڑا تو ایسا تھا کہ اُگا تو نہیں سکا۔ مگر اس نے جمع کر لیا بارش کے پانی کو بڑے تالاب بھر دیئے کہ لوگ اس سے لے جاتے ہیں پانی۔ سیراب بھی ہوتے ہیں۔ اور کھیتوں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور پھل پھول بھی نکالتے ہیں۔ تو وہ زمین اگر پھل پھول نہ نکال سکی تو پانی جمع کر لیا اس نے اب تیسرا ٹکڑا ایسا ٹکڑا تھا کہ وہ چٹیل میدان تھا۔ کہ نہ پانی کو جذب کر سکا۔ نہ پانی کو جمع کر سکا۔ پانی آیا اور بہہ کر اِدھر سے اُدھر نکل گیا اور وہ ٹکڑا خالی رہ گیا۔ فرمایا اس طرح سے وحی کا پانی اُترا تو قلوب کی دنیا تین حصوں میں منقسم ہو گی۔ ایک وہ قلوب جنہوں نے وحی الٰہی اور علم ربانی کے پانی کو جذب کیا۔

یہ طبقہ فقہا اور علمار ربانی کا تھا۔ دوسرے وہ قلوب جنہوں نے جذب تو نہ کیا مگر پانی کو جمع کر لیا یہ طبقہ حفاظ اور محدثین کا ہے۔

تیسرے وہ قلوب کہ جن پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہ طبقہ کفار کا ہے ـــــ (باقی باقی)

بقیہ واقعہ شہادت امام حسینؓ

کے متواتر آنے سے امام صاحب کو اس طرف توجہ ہوئی اور آپ کا کوفہ جانے کا مصمم ارادہ ہو گیا مگر ساتھ ہی کوفیوں کی بے وفائی کا بھی اندیشہ تھا اس لئے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر وہاں بھیجیں اور وہ ان کی حالت کا بچشم خود اندازہ کریں اس کے بعد ان کی رپورٹ پر آپ وہاں جائیں چنانچہ مسلم بن عقیل مع ہمراہیوں اور اپنے دو خورد سال بچوں کے روانہ ہوئے۔ مکہ سے کوفہ کو صاف سیدھا راستہ مدینہ منورہ سے ہو کر جاتا ہے اور راستہ بھی کوہستانی ہے جو نہایت دشوار گزار ہے چونکہ حضرت مسلمؓ کی روانگی کی خبر کو صیغۂ راز میں رکھنا منظور تھا اس لئے یہ کوہستانی راستہ اختیار کیا گیا جو بڑی مشقت اور تکلیف سے طے ہوا، راہبر جو ساتھ گئے تھے۔ تمازت آفتاب اور دشواری راہ سے راستہ ہی میں جاں بحق ہو گئے۔ امام مسلمؓ جب کوفہ کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ہی اقامت کی اور حضرت امام حسینؓ کو لکھا کہ میں بڑی دقت سے یہاں تک پہنچا ہوں یہ سفر مجھ کو مبارک معلوم نہیں ہوتا تمام آثار بد نظر آتے ہیں کوفہ سے باہر مقیم ہوں اور اپنے آنے کی کسی کو اطلاع نہیں دی بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ واپس آ جاؤں آگے آپ کا جیسا حکم ہو گا ویسا کیا جائے گا ـــــ

حضرت امام حسینؓ نے اس کا جواب لکھا کہ تمہارے یہ خیالات بزدلی کی علامت ہیں ان کو چھوڑ دو ہمت بلند رکھو اور جس کام پر مقرر کئے گئے ہو۔ اس کو حسن و خوبی انجام دو۔ مسلمؓ کو جب یہ جواب پہنچا تو وہ آپ کے حکم کے مطابق کوفہ میں داخل ہوئے اور مختار بن ابی عبیدہؓ کے گھر فروکش ہوئے۔ (باقی وارد)

جامع مسجد قاضی نظام الدین محلہ امام باڑہ

راولپنڈی میں

تبلیغی کانفرنس

مورخہ ۷، ۹، ۱۰ محرم بروز جمعہ اتوار، سوموار کو جامع مسجد مذکورہ میں تین اجلاس ہوں گے۔ جن میں مقتدر علماء کرام و صوفیاء عظام خطاب فرمائیں گے۔

نوٹ :- ۷ محرم الحرام (۳۱ مئی) بروز جمعہ بعد از نماز عشار مجلس ذکر منعقد ہو گی۔ جس کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ اور ڈاکٹر مناظر حسین نظر خطاب فرمائیں گے۔

(المعلن)
(مولانا سید چراغ الدین شاہ قادری صاحب)

تلقین صبر

کاش تو سوچے ذرا اے تعزیہ دار حسینؓ
کربلا کے معرکے میں کیا تھا کردار حسینؓ

سینۂ اقدس میں لاکھوں تیر پیوستہ رہے
پھر بھی حکمِ حق پہ وہ خاموش و لب بستہ رہے

ظلم کی زنجیر میں بھی سر بسجدہ تھے حسینؓ
سایۂ شمشیر میں بھی سر بسجدہ تھے حسینؓ

وہ سراپا صبر تھے تو خوگرِ شور و فغاں
اے فدائے رسمِ گریہ وہ کہاں اور تو کہاں

خامشی سے جان دینا عشق کا آئین ہے
شور و شیون عاشقی میں باعثِ توہین ہے

مل گئی ہے جب شہادت سے انہیں عمرِ دوام
پھر وفورِ گریہ و ماتم کا ہے یہ کیا مقام

فرطِ غم سے دل ترا حد سے سوا بیتاب ہے
تو محبت میں مگر بیگانۂ آداب ہے

وہ تو سجدے میں ہوئے تھے راہیٔ ملکِ بقا
اُن کے ماتم میں تو کرتا ہے کئی سجدے قضا

تیری بے صبری سے رسوا شیوۂ تسلیم ہے
کیا محمدؐ کے نواسے کی یہی تعلیم ہے؟

کراچی سمیع عرفانی

امام اعظم امام ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادی

رئیس المحققین حضرت مولانا سید امین الحق صاحب شیخوپوری

(قسط نمبر ۲)

خطیب صاحب کا اعتذار

ہمارے زمانہ میں ایسے دردمند دوست بھی ہیں جن کو اصلاح اور انصاف کرنے کا زعم ہے اور ناخن درندہ کو تیز رکھتے ہیں اور دیگراں را نصیحت اور خود رافضیحت کے مصداق ہیں۔ ایسے دوست جب پڑھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے مثالب میں خطیب کی روایات پر اور خطیب کی روش پر احناف اور غیر احناف اہل علم نے کڑی تنقید کی ہے اور ان مکذوبہ روایات پر خطیب کے سکوت کو خطیب کا تعصب بتلایا ہے ان حضرات اہل علم نے خطیب کی روایات کے جانچنے اور پرکھنے کی خدمت کا حق ادا کیا اور اہل نظر کے افکار اور اذہان کو امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوء ظن اور مکذوبات کی آلودگی سے بچانے کی نیک کوشش کی ہے مگر ایسے مصلحین نے ارباب بصیرت کی جمیل مساعی کو امام ابوحنیفہؒ کے جوش عقیدت اور خطیب اور دوسرے محدثین کی توہین اور بے ادبی کا الزام دیا ہے اور چاہتے ہیں۔ کہ خطیب کی نامسعود نقل اور ان کی کمنعبات پر نقد وتبصرہ کئے بغیر اہل علم خاموش رہیں اور امام ابوحنیفہ کے خلاف خطیب کی تاریخ میں مذکورہ مثالب کا زیادہ سے زیادہ چرچا کیا جائے میں نہیں جانتا کہ اس قسم کے مصلحین کیا چاہتے ہیں۔ تمام اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ ائمہ حدیث کے رواۃ پر بغیر کسی جھجک کے ارباب تنقید نے جرم کیا ہے اور مکذوبہ روایات کا سقم کیونکر ظاہر کیا ہے لیکن ائمہ حدیث کے کسی مبصر نے ایسی تنقید کا گلہ نہیں کیا ہے اور نہ کوئی مبصر ایسی تنقید کو رواۃ اور مؤلف کی توہین اور بے ادبی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ائمہ حدیث کی سب سے زیادہ شاندار اور قابل تعریف اہم خدمات یہی ہیں کہ ان حضرات ائمہ نے تنقید اور تحقیق وبصیرت کے ترازو میں رواۃ اور روایات کو تولا اور روایات کے سقیم ذخیرہ سے علوم نبویہؐ کا صحیح سرمایہ الگ کر دیا ہے اور ایسے حضرات مصلحین خطیب کی روایات سے اہل علم کے اغماض اور سکوت کرنے کے لئے خطیب صاحب کی معذرت کا بہانہ اور غدر تراشا ہے اور خطیب کی اس معذرت کا اتنا حصہ نقل کر دیتے ہیں جس سے خطیب صاحب سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور ایک مؤرخ کی حیثیت سے ان روایات کے نقل کرنے میں خطیب کو معذور سمجھا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے مصلحین کا یہ صریح مغالطہ اور مغمدہ ہے۔ اس لئے کہ خطیب کی معذرت کا پہلا حصہ یہ ہے کہ حضرات ائمہ حدیث سے خطیب کے پاس امام ابوحنیفہؒ کے مثالب میں محفوظ روایات ہیں۔ اور خطیب امام ابوحنیفہؒ کے مثالب میں ائمہ حدیث کی محفوظ روایات کو روایت کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ کہ ائمہ حدیث کے پاس امام صاحب کے مثالب میں محفوظ روایات موجود ہیں۔ حافظ ابن عبدالبرؒ اور دوسرے اہل علم حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کی مدح اور ثنا میں ان ائمہ حدیث سے محفوظ روایات کو نقل کیا ہے جن کے نام سے امام ابوحنیفہؒ کے مثالب میں مخدوش اور غیر محفوظ روایات کو خطیب صاحب روایت کرتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جن حضرات اہل علم کو خطیب کی روش اور تاریخ پر اعتراض ہیں ان حضرات کی مراد اور تمام تر کوشش صرف اس قدر ہے کہ خطیب نے ان روایات میں عالم اسلام کے دو ثلث کے مقتدا امام ابوحنیفہ کے بارے میں مسلمانوں کو غلط فہمی اور سوء ظن میں ڈالنے کا مکروہ پروپیگنڈا کیا ہے اور ان علماء حضرات نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ خطیب کے پاس ائمہ حدیث سے امام ابوحنیفہ کے مثالب میں محفوظ روایات ہرگز نہیں جیسا کہ خطیب نے گمان کیا ہے بلکہ وہ تمام روایات غیر محفوظ۔ مجروح اور شاذ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے نوسینہ مصلحین کو محدثین کی زبان اور اصطلاح سے آشنائی نہیں ہے۔ یا اس سے عمداً محدثین کی زبان اور اصطلاح میں محفوظ کے متعارف معنیٰ کو سامنے لانے سے احتراز کیا ہے۔ ورنہ خطیب کی معذرت کا پہلا حصہ جو اہل علم حضرات کے اعتراض کا مرکزی نقطہ ہے نظر انداز نہ کیا جاتا۔ اور اہل علم حضرات کے غیر مقصود پہلو کو ترک کرنے اور خطیب کی معذرت کو قبول کرنے کی سفارش نہ کی جاتی۔

ائمہ حدیث جب کسی روایت کو محفوظ کہتے ہیں تو اس کے یہ معنیٰ ہوتے ہیں کہ ایک ثقہ اور صحیح راوی ایسی بات بیان کرتا ہے جس کے خلاف اس جیسے کسی ثقہ راوی نے بیان نہیں کیا ہے۔ محدثین کی زبان میں محفوظ روایت کی حد اور تعریف کو لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ آپ کے لئے خطیب کی روایات کے سمجھنے میں راہنمائی ہو جائے

محفوظ روایات

محدثین جب صحیح اور حسن حدیث کی تعریف کرتے ہیں تو اس کی تعریف میں ایک یہ شرط بھی ذکر کرتے ہیں کہ وہ شذوذ وعلت سے محفوظ وسالم ہو۔ اور جو روایت دوسری شروط کے ساتھ شذوذ وعلت سے بھی خالی ہے۔ اس سے محدثین حجت وسند لاتے ہیں۔ اور ایسی روایت مقبول، جید، محفوظ، معروف وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ صبحی صالحی نے "علوم حدیث" کے ص ۱۹۳ پر لکھا ہے "حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اگر صحیح اور حسن حدیث کا راوی اپنی روایت کو کچھ اضافہ کے ساتھ بیان کرتا ہے تو اس کا اضافہ مقبول ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اس کا اضافہ ایسی ثقہ روایت کے منافی نہ ہو جس کو اس سے زیادہ ثقہ راوی نے روایت کیا ہے اگر کوئی ثقہ دوسرے ثقہ راوی کی روایت کے مخالف بیان کرتا ہے۔ تو ان دونوں میں جو زیادہ ثقہ ہے اس کی روایت محفوظ ہے اور اس کے بالمقابل غیر ارجح کی روایت شاذ ہے۔" (علوم الحدیث ص ۱۹۵)

حاکم اپنی کتاب معرفت علوم الحدیث (ص ۱۱۹) میں لکھتے ہیں۔

"امام شافعیؒ فرماتے ہیں شاذ روایت وہ نہیں ہے جس کو صرف ایک ثقہ روایت کرتا ہے بلکہ شاذ روایت وہ ہے۔ جس کو ایک ثقہ روایت کرتا ہے مگر دوسرے ثقہ لوگ اس کے خلاف بیان کرتے ہیں۔"

الجزائری "توجیہ النظر" میں ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں

علماء حجاز شاذ روایت کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ شاذ روایت ثقہ راوی کی ایسی روایت کا نام ہے جس کے خلاف بھی دوسرے ثقہ روایت کرتے ہیں" اور امام شافعیؒ نے شاذ روایت کی تعریف میں یہ ظاہر کیا ہے کہ ثقہ راوی کی روایت کے شذوذ کے لئے ایک ارجح ثقہ کی مخالفت بھی کافی ہے اور امام حاکمؒ لکھتے ہیں شاذ وہ حدیث ہے جس کو صرف ایک ثقہ بیان کرتا ہے اور اس کے سوا دوسرا کوئی ثقہ اس کی تائید نہیں کرتا۔ اگرچہ دوسرے ثقہ اس کی مخالفت نہیں کرتے

حافظ ابن صلاح نے لکھا ہے۔ "اگر کوئی ثقہ راوی کسی روایت کرنے میں منفرد ہے تو اس پر غور کیا جائے گا۔ اگر وہ ثقہ منفرد راوی اس روایت میں کسی ایسے ثقہ راوی کے مخالف بیان کرتا ہے جو اس سے حفظ اور ضبط میں اولیٰ اور ارجح ہے تو اس کی روایت شاذ اور مردود ہے

شاذ کو شاذ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے مقابل ارجح اور محفوظ کے مقابلے میں خطا اور وہم ..... کے بہت زیادہ قریب ہے

ائمہ اصول حدیث کے مذکورہ ارشادات میں محفوظ روایت کی یہ تعریف مذکور ہے کہ محفوظ روایات ایسی صحیح اور ثقہ روایت ہے جس کے خلاف کسی ثقہ کی روایت نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ اپنی ثقاہت میں محفوظ کی ثقاہت سے کم ہے اور شاذ میں ثقہ کی روایت ہے جس کے مخالف ارجح اور اولیٰ ثقہ کی روایت موجود ہے اگرچہ وہ ارجح اور اولیٰ ثقہ

ایک ہو۔

ائمہ اصول حدیث کے اس مذکورہ فکر کو سامنے رکھ کر آپ فیصلہ کیجئے کہ امام صاحب کے خلاف مثالب میں اہل علم کی روایت کو خطیب کا محفوظ کہنا قطعاً تعدی اور بے جا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں؟

خطیب کی ان تمام روایات میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس کے خلاف زیادہ ثقہ نے بیان نہ کیا ہو۔ خطیب کی ان تمام روایات میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جو اپنے مخالف کے مقابلے پر زیادہ ارجح اور ثقہ ہو خطیب کی مذکورہ روایات کے خلاف ثقہ رواۃ نے کہا ہے اور ان کی ثقاہت اگر خطیب کے رواۃ ثقہ بھی ہوں زیادہ راجح اور اولیٰ ہے۔ خطیب کی تمام روایات میں شذوذ و ندرت کے علاوہ غیر ثقہ کذب و ہویٰ میں معروف و مشہور رواۃ مذکور ہیں۔ اور اس قسم کے رواۃ کی روایات کو ائمہ حدیث، کی محفوظ روایات کہنے میں خطیب صاحب محدثین کے اصول اور مصطلحات علم حدیث کے ساتھ استہزا اور تمسخر کرتے ہیں

مثال کے طور پر خطیب کی اس روایت کو سمجھ لیجئے۔ خطیب اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۳/۳۷۴ پر لکھتے ہیں کہ امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ خطیب کی اس روایت میں ابو القاسم بغوی قابل ملامت راوی ہے اور یہ جھوٹ اس کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور امام بیہقیؒ نے کتاب الاسماء والصفات" میں اس کے خلاف صحیح اور ثقہ رواۃ سے یہ روایت کیا ہے کہ امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے بھی یہ کہا، کہ قرآن مخلوق ہے وہ میری اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں کافر ہے۔ اور خطیب اسی ص۳۷۸ پر سابق روایت کے خلاف امام احمدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ امام ابوحنیفہؒ سے ہم کو یہ صحیح ثابت نہیں ہوا ہے کہ قرآن مخلوق ہے اس کا معنیٰ یہ ہیں کہ امام ابویوسفؒ سے خطیب کی وہ سابق روایت ثابت اور محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ وہ کذب اور شاذ ہے اور بقول خطیب کے امام ابوحنیفہؒ کے مثالب میں ائمہ حدیث سے وہ محفوظ روایات لیتے ہیں۔ اگر خطیب اس روایت کو محفوظ سمجھتا ہے تو اس کی فاحش غلطی ہے اور اگر غیر محفوظ سمجھ کر یہ روایت کرتا ہے۔ تو اس کا صاف اور ظاہر تعصب ہے جس پر خطیب کو اہل علم نے ملامت کیا ہے

دوسری مثال

آپ کی مزید تسلی اور حقیقت واقعہ کی مزید وضاحت کے لئے خطیب کی محفوظ روایات میں سے ایک اور روایت بھی آپ کے غور و فکر کے لئے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ جسے پڑھ کر آپ اچھی طرح یہ اندازہ کر سکیں گے کہ امام ابوحنیفہ رحؒ کے خلاف خطیب کے پاس کس شان کی محفوظ روایات موجود ہیں۔

خطیب اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۳/۳۸۲ پر روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر ابن ابی داؤد نے ایک دن اپنے اصحاب کو کہا کہ تم ایسے مسئلہ میں کیا کہتے ہو جس پر امام مالکؒ اور آپ کے اصحاب کو، امام شافعی اور آپ کے اصحاب کو اوزاعیؒ اور آپ کے اصحاب کو، حسن ابن صالح اور آپ کے اصحاب کو، سفیان ثوریؒ اور آپ کے اصحاب کو امام احمدؒ اور آپ کے اصحاب کو اتفاق ہے۔ انہوں نے کہا یا ابابکر! ایسے مسئلہ سے زیادہ صحیح دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا۔ ابن ابی داؤد نے کہا ان تمام حضرات کو امام حنیفہ رحؒ کی گمراہی پر اتفاق ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ خطیب کی یہ روایت محفوظ نہیں ہے اور ابن ابی داؤد اس حکایت میں جھوٹے ہیں اور وجوہات بھی لکھ دیتا ہوں تاکہ آپ خود بھی اس حکایت کے جھوٹ اور سچ کا فیصلہ کر سکیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ حکایت میں جن ائمہ حضرات کا ابن ابی داؤد نے ذکر کیا ہے ان میں سے صرف امام احمد ہے ابن ابی داؤد کا ملنا اور سننا ایسی عمر میں عقلاً ممکن ہے جس میں آپ کو علم کا شدید نہیں تھا اور باقی تمام حضرات ائمہ آپ کی ولادت سے بھی بہت پیشتر وفات پا چکے تھے مثلاً امام مالکؒ نے ۱۷۹ھ میں اور امام اوزاعیؒ نے ۱۵۷ھ میں سفیان ثوری نے ۱۶۱ھ میں حسن بن صالح نے ۱۶۷ھ میں امام شافعیؒ نے ۲۰۴ھ میں وفات پائی ہے اور ابن ابی داؤد کی ولادت ۲۳۰ھ میں ہوئی ہے اس لئے ابن داؤد ان حضرات ائمہ کے اقوال اور فتاویٰ کو براہ راست نہیں جانتا ہے ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے نے آپ کو یہ حکایت سنادی ہے مگر معلوم نہیں وہ کون اور کیسے صاحب ہیں ممکن ہے کہ وہ دوسرا صاحب ابن ابی داؤد سے بھی زیادہ مسرف اور حکایات گھڑنے میں زبان دراز اور اول ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حضرت نے از خود اس حکایت کا اختراع کیا ہے جب کہ ذہبیؒ نے کہ اس کے والد ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس کا بیٹا ابن ابی داؤد حدیث کی روایت کے بغیر جب دوسری بات اور اپنی بات ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جن ائمہ حضرات کے نام سے ابن ابی داؤد نے مذکورہ حکایت گھڑی ہے ان حضرات ائمہ علم سے صحیح روایات میں امام سے عقیدت اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ علم رشد امامت و اتباع سنت کی مدح اور ثنا ثابت ہے مثلاً حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں عبدالعزیز ابن محمد الداوردی فرماتے ہیں امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو پڑھتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے اور لیث بن سعد فرماتے ہیں میں امام مالکؒ سے مدینہ منورہ میں ملا۔ اور میں نے کہا آپ کو پیشانی سے پسینہ پونچھتے میں نے دیکھا امام مالکؒ نے فرمایا اے مصری مجھے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پسینہ آیا تھا اس لئے کہ وہ فقیہ ہیں۔

(کتاب الانتقاء حاشیہ ص۱۴)

امام مالکؒ نے کتاب و سنت کے معانی میں ابوحنیفہؒ کی فہم و فراست کا اور ابوحنیفہؒ کی فقہ کی ہیئت اور نشر کا اقرار فرمایا ہے اور امام مالکؒ کو امام ابوحنیفہؒ کا فقہ سے صرف مطالعہ کرنے دلچسپی نہیں تھی بلکہ فائدہ اٹھاتے تھے کیا امام مالکؒ سے ابن ابی داؤد کا مذکورہ حکایت درست اور ثابت ہو سکتی ہے قاضی ابو الولید علماء سادہ مالکیہ متوفی ۴۹۴ھ منتقی شرح موطا ج۷ ص۳۰۰ میں امام مالک کی زبان سے امام ابوحنیفہؒ کی برائی کی . . . میں لکھتے ہیں امام مالکؒ عقل میں علم میں فضل میں دین میں اور لوگوں میں نکتہ چینی کرنے سے زبان کے روکنے میں معروف ہے امام مالکؒ کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بات نہیں کہتے تھے جو آپ کو صحیح ثابت نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رحؒ کے اصحاب میں ابن مبارک کے اکرام اور فضیلت میں امام مالکؒ کا عمل اور عادت مشہور ہے اور پھر امام ابوحنیفہ رحؒ امام مالکؒ نے علم اور مسائل میں امام ابوحنیفہ رحؒ کا ذکر کیا ہے امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے حدیث کو روایت کیا اور امام محمدؒ نے مؤطا کو روایت کیا (حافظ ابن حجرؒ) امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کا انکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں امام دارقطنیؒ نے ایسی دو روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر ان روایتوں کی سند میں مقال ہے صحیح ثابت نہیں ہیں (تانیب الرازی صفحہ ۳۴ و کتاب الانتقاء ص۱۴ کا حاشیہ)

امام ابوحنیفہ رحؒ عبادت اور زہد کے بلند مقام پر مشہور تھے اور بڑے نازک امتحان قضا میں ثابت قدم اور کامیاب رہے ہیں امام ابوحنیفہ کے بارے میں آپ کے فضائل کے مناسب شان امام مالکؒ کلام کر سکتے ہیں اور فقہاء میں کسی صاحب کے بارے میں امام مالکؒ کا کلام کرنا ہمارے علم میں نہیں ہے امام مالکؒ نے نقل کی حیثیت سے صرف اصحاب حدیث کے بارے میں کلام کیا ہے امام مالکؒ نے فرمایا ایسے لوگوں کو مدینہ منورہ میں دیکھتا ہوں جن میں عیوب نہیں تھے مگر انہوں نے لوگوں کے عیوب میں بحث کی تو لوگوں نے ان کے عیوب کا ذکر کیا اور ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں۔ جن میں عیوب موجود تھے مگر لوگوں کے عیوب پر وہ خاموش رہے تو لوگوں نے ان کے عیوب سے چشم پوشی کی۔ امام مالک دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں، تو آپ خود دوسروں کے عیوب کو کیسے بیان کرتے ہیں اور پھر امام ابوحنیفہؒ جیسے ائمہ کا امام مالک رحؒ ایسا ذکر کریں گے جو ان کے فضائل اور جلالت کے خلاف اور منافی ہو ابو الولید مالکیؒ امام ابوحنیفہ رحؒ کی برائی اور بدگوئی میں امام مالک کے تلوث کا انکار اور تردید کرتے ہیں اور مطرف کو امام مالکؒ سے اس کی روایت میں اور ابن ابی داؤد کو مالک سے مذکورہ حکایت میں جھوٹا بتلاتے ہیں۔

(باقی آئندہ)



بچوں کا صفحہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی

حضرت علیؓ کے دوسرے فرزند ہیں۔ حسینؓ نام۔ ابو عبداللہ کنیت۔ سید الشہداء اور سبطِ اصغر لقب ہے۔

حضرت امیر معاویہ کے بعد ان کا بیٹا یزید خلافت کی گدی پر بیٹھا۔ یہ شخص بڑا نالائق اور ظالم تھا اور ہرگز خلافت کے لائق نہ تھا۔ اس لئے بہت سے صحابہؓ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ جن میں سے حضرت امام حسینؓ بھی تھے۔ مگر یزید کو سب سے زیادہ کھٹکا امام حسینؓ کی طرف سے تھا۔ اس لئے ارادہ کر لیا کہ حضرت امام حسینؓ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ یزید نے اپنے اس ناپاک ارادے کو جس سنگدلی سے پورا کیا اس کا قصہ نہایت دردانگیز ہے۔

جب یزید کی طرف سے امام حسینؓ کو بیعت پر بہت مجبور کیا گیا تو وہ اس بلا سے بچنے کے لئے مکے چلے گئے اور وہاں گوشہ نشین ہو کر اطاعت و عبادت میں مصروف ہو گئے۔ عراق کے ملک میں ایک شہر کوفہ ہے وہاں کے لوگ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی محبت کا بہت دم بھرتے تھے۔ ان کی طرف سے حضرت امام حسینؓ کے نام لگاتار خط آنے شروع ہوئے۔ کہ آپ کوفے تشریف لائیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور یزید کے خلاف جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ امام حسینؓ کا دل حکومت کے جھگڑوں سے متنفر تھا۔ اس لئے ان کے خطوط ردی کی ٹوکری میں ڈالتے رہے۔

کوفہ کے لوگ برابر امام حسینؓ کی طرف نامہ و پیام بھیجتے رہے۔ آخر وہ مجبور ہو گئے اور ان لوگوں سے وفاداری کا عہد و اقرار لے کر کوفے جانے کا ارادہ ٹھہرا لیا۔ عبداللہ ابن عباسؓ وغیرہ کئی دُوراندیش صحابہ نے ان کو بہتیرا سمجھایا کہ یزید کی طاقت بڑی زبردست ہے اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ اگر یزید نے کوفے پر فوج کشی کر دی تو یہ لوگ جو آج آپ کی رفاقت کا دم بھرتے ہیں سب تتر بتر ہو جائیں گے۔ مگر امام حسینؓ نے ان کا کہا نہ مانا اور اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفے بھیج دیا تاکہ وہ پہلے پہنچ کر اہل کوفہ سے بیعت لیں اور آپ اپنی روانگی کی تیاری کرنے لگے۔

مسلمؓ اپنے دو خورد سال بچوں سمیت کوفے پہنچے تو اہل شہر نے نہایت تپاک کے ساتھ اُن کا استقبال کیا۔ اور بارہ ہزار سے زیادہ لوگوں نے فوراً امام حسینؓ کے نام سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یزید کو ان لوگوں کی رپورٹیں برابر پہنچ رہی تھیں۔ اس نے اپنا ایک افسر ابن زیاد نامی کوفے میں بھیجا۔ تاکہ اس فتنے کی روک تھام کرے۔

ابن زیاد کا آنا تھا کہ ان کے خیالات کچھ سے کچھ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ جب ابن زیاد کی دار و گیر کا چرچا شہر میں پھیلا تو مسلمؓ نماز پڑھا رہے تھے اور ہزارہا لوگ ان کے ساتھ جماعت میں شریک تھے آپ جب سلام پھیر کر دیکھتے ہیں تو ان کے پیچھے صرف ان کا غلام بیٹھا تھا۔

ابن زیاد نے مسلم کی گرفتاری کے لئے سپاہی بھیجے بیچارے مسلمؓ تنہا تھے کرتے تو کیا کرتے مگر ہاشمی غیرت چپ چاپ قید ہو جانا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ تلوار سونت کر اکیلے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور کئی سپاہیوں کو خاک پر لٹا دیا آخر لڑتے بھڑتے خود شہید ہو گئے۔ ان کے دونوں معصوم بچے بھی نہایت بے دردی سے ذبح کئے گئے۔

امام حسینؓ کو ان واقعات کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے تمام اہل خاندان اور مستورات کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پھر سمجھانے آئے اور فرمایا۔ آپ کوفے والوں پر ناحق اعتماد کرتے ہیں۔ جو سلوک ان لوگوں نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کیا ہے وہی آپ کے ساتھ کریں گے۔ مگر امام حسینؓ نے ایک نہ مانی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ تو دُور تک سمجھاتے ہوئے ساتھ گئے اور یہاں تک کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ بھی حضرت عثمانؓ کی طرح اپنی عورتوں میں شہید ہوں گے۔ پھر کہا حضرت! آپ کے جدِ بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے اختیار بخشا تھا کہ خواہ آخرت قبول کریں خواہ دنیا کو مگر آپؐ نے آخرت قبول فرمائی اور دنیا چھوڑ دی۔ اس لئے آپ لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں کبھی بھی دنیا نہیں ملے گی۔ پس آپ حکومت اور امامت کا خیال چھوڑیئے اور واپس تشریف لے آیئے۔ مگر امام حسینؓ ان کے سمجھانے پر بھی واپس نہ ہوئے۔ آخر عبداللہ بن عمرؓ ان کے گلے لگ کر خوب روئے۔ اور ان لفظوں کے ساتھ وداع کیا کہ اے شہید ہونے والے میں آپ کو اللہ سپرد کرتا ہوں۔

امام حسینؓ منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ یہاں دشمن کی فوجوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ناچار انہوں نے اس جگہ ڈیرا کیا۔ امام حسینؓ کو ان حالات کا خیال تک نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے مکے سے چلتے وقت کوئی فوجی تیاری نہیں کی تھی۔ صرف اپنے خاندان کے نوجوان اور لڑکے بالے ملا کر بہتر آدمیوں کے ساتھ چلے تھے۔ گرمی کا موسم تھا پیاس کے مارے سب بیتاب تھے۔ پاس ہی دریائے فرات لہریں مار رہا تھا۔ مگر دشمن نے دریا پر جا بجا فوجی پہرہ بٹھا دیا تھا۔ کہ امام اور اس کے ساتھی ایک قطرہ تک نہ پی سکیں۔ غضب یہ کہ سارے پہرے دار اہل کوفہ تھے۔ جن کو ابن زیاد نے مقرر کیا تھا۔

ان خاندانِ پیغمبری کے پیاسوں کو بے پانی تین دن گذر گئے۔ امام حسینؓ کا ایک شیرخوار بچہ علی اصغر نام پیاس کے مارے تڑپ رہا تھا۔ گھر والوں سے اس کی تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی۔ امام حسینؓ اس کو گود میں اٹھا کر خیمہ سے باہر لائے اور دشمنوں سے کہا بے رحمو! اگر ہم پر نہیں تو اس معصوم بچے پر تو ترس کرو اور اسے پانی پی لینے دو۔ ادھر ظالموں نے اس سوال کے جواب میں تیروں کی بوچھاڑ کی اور وہ بچہ آبِ پیکان سے سیراب ہو کر باپ کی گود میں ہی گذر گیا۔

دردناک کہانی کو طول دینا مشکل ہے مختصر یہ کہ بہتر آدمیوں کا مقابلہ بائیس ہزار فوج سے آ پڑا۔

سب سے پہلے امام حسینؓ میدان میں نکلے۔ مگر جان نثار ساتھیوں نے عرض کیا جب تک ہم زندہ ہیں یہ دیکھنا ہم کو گوارا نہیں کہ دشمن آپ کو گزند پہنچائیں اس لئے آپ خیمہ میں تشریف لے جائیں پھر امام حسینؓ کے غیور چچیرے بھائی، نوعمر بیٹے اور بھتیجے باری باری تلواریں سونت کر نکلے۔ سب نے ہاشمی شجاعت کے جوہر دکھلائے اور ایک ایک نے سینکڑوں بدبختوں کو خاک و خون میں لٹا کر شربتِ شہادت نوش کیا۔

پھر آخر میں امام حسینؓ کی باری آئی۔ انہوں نے پہلے تو اونٹ پر سوار ہو کر دشمنوں کو فہمائش کرنی چاہی۔ پھر جب ان لوگوں نے اس بات کا جواب تیروں کے ساتھ دیا تو ناچار گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ بہت سے دشمنوں کو مار بھگایا۔ اور پھر نہایت بہادری کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔ کوفے کے ایک بدبخت شخص نے جس کا نام شمر تھا ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔

یہ واقعہ جمعہ کے دن محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ کو واقع ہوا۔ امام حسینؓ نے پچپن برس اور کچھ مہینے عمر پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۰-۷۸۲-۲۳۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء

ایجنٹ حضرات توجہ فرمائیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ :- گذارش ہے کہ رسالہ "خدام الدین" آپ حضرات کی کوشش و محنت ہی کی وجہ سے آج اسقدر دین کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید خدمت دین کی توفیق ارزانی فرمائے لیکن بعض ایجنٹ حضرات کی طرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر ادارہ کیلئے سخت پریشانی کا موجب بنی ہوئی ہے۔ لہذا جناب غازی خدا بخش صاحب المحترم معتمد ادارہ خدام الدین اس پیرانہ سالی میں اپنا قیمتی وقت صرف کر کے گرمی کے زمانہ میں آپ حضرات کے پاس تشریف لا رہے ہیں۔

ادارہ خدام الدین ان حالات میں آپ حضرات سے بجا طور پر مکمل تعاون کی امید رکھتا ہے۔

بہتر ہوگا کہ اپنے واجبات کی ادائیگی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ بلکہ ادارہ خدام الدین آپ کا از حد مشکور و ممنون ہوگا کہ کچھ رقم پیشگی اپنے حساب میں جمع فرمائیں۔

احقر عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں روحانی بیماریوں کا مکمل علاج

مجلس ذکر کے مضامین کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔ آپ ان مضامین کے عنوانات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذکورہ کتابیں کیا درجہ رکھتی ہیں۔ حضرت شیخ التفسیر رح مجلس ذکر کے بعد جو ارشادات فرماتے رہتے تھے وہ خدام الدین میں چھپتے رہتے تھے اب ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے سات حصے ہیں ہر ایک حصہ کی قیمت ایک روپیہ ہے مکمل سیٹ کی قیمت سات روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ مبلغ ایک روپیہ

خاص خاص مضامین کی فہرست

حصہ اول	حصہ دوم	حصہ سوم	حصہ چہارم	حصہ پنجم
● ذکر الٰہی کی خاصیتیں ● ذکر الٰہی کی تاثیر ● موت محمود	● تقویٰ اور زہد میں فرق ● عالم وحدت اور عالم کثرت ● انسان کی روحانی تربیت	● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔	● فیض کیا چیز ہے ● کامل کی صحبت ● تزکیہ کی برکات	● ریا سمعہ ● باطن کی اصلاح کے بغیر صحیح طریقے سے شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا۔

ملنے کا پتہ :- شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور ...